

افاداتِ حضرت شاہ ولی اللہ

ماخوذ از حُجَّتِ اللہِ الْبَالِغِہ

مکتبہ

محمد الدین اضلّاجی
CHECKED
Date:.....
.....

امام ولی اللہ اکیڈمی خضر منزل تاج پورہ لاہور

قیمت دس ایک روپیہ آٹھ آنے



صفحہ نمبر ۱۲

Title - IFADDAAT-E-HAZIRAT SHAH COME ULLAH DEHELI
Author - Muattibat Sultan ulshan Jakhali

Publisher - Gnanan walid ulshan Academy (Lahore)

Date - 1999

Pages - 144

Subject -

چارس

- ۹۔ چوتھی صدی ہجری کا فقہی و مذہبی انقلاب
- ۲۱۔ اختلافی مسائل اور ان کا نقطہ عدل
- ۶۱۔ اسلام کا فلسفہ عمران
- اسلامی قانونِ معیشت، اس کی روح {
- ۸۱۔ اور اس کے اصول



مطبوعہ: اتحاد پریس، نئی روڈ، لاہور

شائع کردہ سید محمد شاہ ایم اے بہترم امام دولہا اشد اکیڈمی
ظفر منزل تاج پورہ - لاہور

پہلا جلد جن مسلمانوں ایک ہزار



ECHED-2004

11

پیش لفظ

حضرت سلطان حسین علیہ السلام نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی
جہالت شان، ان کے شعر علمی اور فن کی قانداغ عظمت کا صحیح احساس
کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ، عالمگیر اور ملک زیب جت اللہ علیہ کے زمانے
میں ہوئے ہیں۔ دینی علوم اور تصوف پشتوں سے آپ کے خاندان
میں موجود تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب
ایک بہت بڑے صوفی اور دینی عالم تھے۔ شاہ صاحب نے
اپنی خدا داد ذہانت اور راہنمائی محنت و کاوش سے قرآن و
حدیث کے غوامض و نکات کے معلوم کرنے میں اپنی تمام عمر
صرف کر دی تھی۔ اور اس کاوش اور جدوجہد کے نتیجہ کو کئی ایک
تصانیف میں قلمبند کیا ہے۔ آپ کی چھوٹی بڑی تمام تصانیف ستر
سے بجا و زچ ہیں۔ میرے نزدیک آپ کی بڑی بڑی کتب مسند

(۱) فتح الرحمن فارسی ترجمہ قرآن مجید جو آپ نے شائع

میں شروع کر کے شائع میں مکمل کر لیا تھا۔

(۲) حجة الله للبالغين۔ اس کتاب کا موضوع حکمت

دین ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور موضوع بحث کے

لحاظ سے بھی نامی شکل کتاب ہے۔ اس کتاب کی عبارت

شان سے اب عربی دنیا خوب اچھی طرح واقف ہو گئی ہے

حتیٰ کہ ان دنوں مسلمانوں کی سب سے بڑی عربی پریورسٹی

الازہر کے نصاب میں درج ہے۔

(۳) ازالة الخفا عن خلافة الخلفاء۔ یہ کتاب

در اصل اسلام کے ابتدائی پچاس سالوں کی سیاسی تاریخ

ہے اور اس موضوع پر آخری حرف ہے۔ بہت ضخیم ہے۔

اور فارسی زبان میں ہے۔

یوں تو مراد عبید اللہ صاحب سندھی حضرت مراد ناک جسد

قصایف کے حافظ اور عالم ہی مگر حضرت اللہ رب العالمین کو آپ بہت ہی زیادہ

اہمیت دیتے ہیں کیونکہ یہ کتاب حکمت دین سے متعلق ہے۔ اور اس

زمانے میں ایک موضوع ہے جس سے مسلمان بالکل ناواقف تھے۔
مولانا کی خواہش ہے کہ مسلمان اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ اپنے
مطالعہ میں رکھیں اور دین کی حکمت سے واقف ہو کر اصلی مسلمان
پہننے کی کوشش کریں کیونکہ دین و دنیا کی جملہ باتیں انہیں تمام درج
ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

جز الشاہ ابوالکلام آزاد و ترجمہ جو چکا ہے اور ملتا ہے مگر یہ خطبات

و کتابت کے محاسن سے آراستہ نہیں ضرورت ہے۔ کہ اس
کتاب کا ایک نسخہ یا ترجمہ طبع کر لیا جائے جو کتابت و طباعت کے
محاسن کے ساتھ ساتھ آسان اردو زبان میں مطلب کو ذہن نشین
کرا سکے۔ چونکہ یہ ایک بہت ضخیم کتاب ہے اور یہ کام کافی دیر
لے گا۔ لہذا میری دست یہ مناسب سمجھا گیا کہ اس کتاب کے اہم
ابواب کا خلاصہ پیش کیا جائے۔ خوش قسمتی سے ہمارے دوست مولانا
صدر الدین صاحب اصلاحی نے جو مدرسۃ الاسلام سرانے میر
ضلع اعظم گڑھ کے فارغ التحصیل ہیں اور مولانا سید ابوالکلام
مودودی کے رسالہ ترجمان القرآن میں بطور مددگار کام
کر چکے ہیں اس کام کو سرانجام دے دیا۔ یہ مضمین دراصل
انہوں نے مولانا سید ابوالکلام مودودی المحترم کے ایما پر رسالہ

ترجمان القرآن کے لئے لکھے تھے اور مولانا موصوف کی نظر ثانی کے بعد ترجمان القرآن میں چھپے تھے۔ اس پر کئی شکل میں شائع کر دیے گئے ہیں۔ مجھے اس پر واثق ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کام کا کچھ اندازہ اس کتابچے سے قارئین کرام کو ہو جائے گا اور وہ شاہ صاحب کے علمی فیوض سے زیادہ زیادہ فیض حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ ویا توفیق الہی بالہدای العلیٰ العظیم۔

محمود شاہ

بکراچی، اقبال
ہیڈ

چوتھی صدی ہجری کا فقہی و مذہبی انقلاب

جو تھی صدی ہجری سے قبل کسی خاص امام کی تقلید کا خیال برائے عام
 کو متاثر نہ کر سکا تھا ابو طالب کی قوت القلوب میں فرماتے ہیں :-
 " لوگوں کی یہ تعریف تو بعد کی چیز ہے، یہی دور و دوسری صدی میں
 لوگوں کے اقوال بنت نہیں ہو کر تھے اور نہ یہ قاعدہ تھا کہ خصوصیت
 کے ساتھ کسی ایک ہی شخص کے مذہب پر متوکل ہو جائے، اسی کی ناپا
 سے مسئلہ نکلا گیا، ہر دور ہر مسئلہ مسئلہ میں اسی کا قول نقل اور بیان
 کیا جانے لگا، صرف اسی کے مذہب پر تفقد اور استنباط مسائل
 کی بنا رکھی جائے۔"

پھر تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں خلیج و استنباط مسائل کا کسی

تذکرہ دین شروع ہوا لیکن یہ سب کا تعلق سے معلوم ہوتا ہے اس وقت بھی عام لوگوں میں تقلید شخصی کا شیوہ تھا۔ فقہ اور نہ کسی ایک امام کے قول کی روایت و تدوین میں کا شیوہ تھا، بلکہ فرد عام میں یا فرامی و جماعی سب کے سب ان خیالات سے دور تھے۔

عوام کا حال یہ تھا کہ وہ اجماعی اور اصولی مسائل میں جو تمام سنیہ اور ارباب اجتہاد کے درمیان تعلق علیہ تھے، براہ راست شارح علیہ السلام کی تفسیر کرتے تھے۔ وضو، غسل، نماز، کھانا وغیرہ کے طریقے یا تو اپنے ہندوؤں سے سیکھ لیتے یا اپنے گاؤں اور شہر کے اصحاب دین و مدرس و تدریس سے اور اسی پر عمل کرتے۔ اور اگر کوئی امام سنیہ و شیعہ یا کاتھولک یا عیسائی کو پاتے تو بلا غلط فہم و مسلک اس سے فتوے پوچھ لیتے

خاص اور عام اور کلیہ و حال تھا گاؤں میں جو وہابیت و میت و اصحاب حدیث ہوئے۔ وہم و جہ سے نظریں نہا کر مادیات میں مشغول رہتے۔ اگر عیسائی، مادیات و انکسار میں کوئی مشہور و مستند حیرل جاتی تھی، پر فقہائے سنیہ کا عمل بھی رو چکا ہو تو وہ ہر دی کے لئے اس کو کافی سمجھتے۔ اور لوگوں کے اقوال و مذاہب کی طرف اطمینان ہی رکھتے لیکن اگر وہاں کوئی چیز نہ تھی تو پھر یہ وہ مادیات و عیسائیت کے مشہور اقوال کو دلیل نہ دیتے۔ اور کہیں ہی، کد سے بھی انہیں کوئی شخصی بخشش مل نہ پاتا۔ مثلاً نسو من، بہم متحد من، جو باتیں اور کوئی دوسرے جگہ ان کے دہن میں نہ آ سکتی

تو یہی حالت میں وہ مقام کے تقدیم کے اقول کی طرف رجوع کرتے اور ان کو مختلف درجوں سے اس رائے کو اختیار کرتے جن کے نزدیک کتاب و سنت کی رو سے زیادہ قریب ہوتی اور جس کے حق میں دلائل زیادہ مضبوط ہوتے۔ وہ ماخذ اور دلیل کو دیکھتے تھے قطع نظر اس کے کہ انسا قول کس گروہ کا ہے۔

یہ طریقہ تو محدثین کا تھا۔ صاحب تخریج کا تصدیق تھا کہ وہ جن مسائل کا حل نہیں کر سکتے تھے ان کے لیے تخریج کا استعمال کی روشنی میں کر سکتے اور اپنی اصول کے مطابق اجتہاد کرتے تھے۔ اور اجتہاد کے باوجود یہ ملک بننے اپنے ہم خیال رائے کیلئے کے مذہب سے مضبوط کئے جاتے تھے۔ مثلاً کہا جاتا کہ غلام غفر ضلی ہے اور غلام شافعی ہے یہی طریقہ محدثوں کے ہاں بھی برتا گیا۔ مذہب اور جنس کے جس مذہب سے ان کا مسلک نسبتاً زیادہ قریب اور ہم رنگ ہو گا تو ان کی رائے اور عدم تقلید کے باوجود انسی مذہب کی طرف انہیں مضبوط کر دیا جائے گا۔ مثلاً نسائی اور حنفی جو کھائے خوراک اور محدث تھے، شافعی کیجئے جانے لگے۔ غرض ایسی زمانہ میں قضا اور فقہ کی سند پر وہی بیٹھنا تھا جو خاص اجتہاد رکھتا ہو۔ جو مجتہد نہ ہو وہ فقیر بھی نہ کہلاتا۔

سب وہ دور تھا کہ جس میں علوم شریعت پر ایک طرح کا انحصار ظاہری ہو جاتا ہے۔ مسلمان کی شریعت اور حد و حریم میں ان کے علمی فروع میں ایک تباہ کن انقلاب برپا ہوتا ہے۔ وہ رہنما بیابان چمنوں نے ان کی فکر و علمی

رنگ ہے تو ہی کے طور پر اس حدیث عزت میں ہم میں کے حامل
 کرنے کا شوق پیدا ہو گا ہے، انہیں میں ان کے نزدیک اس کا سوا دیکریں
 نتیجہ یہ ہوا کہ ہم میں کا جو اس عظمت جاہ پرستی کے سیلاب میں غرق ہو کر
 رہ گیا۔ اب علماء و مفتی ڈھونڈتے رہ جاتے تھے کھدو خود اپنے
 ڈھونڈنے والوں کو ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ جو کچھ ان کی عزت
 تھی سب ان سے عزت ہونے کی بدولت تھی، جب انہیں سے خود
 سلاہیں کا رخ کیا عزت و عظمت سے بدل گئی۔ تقدس و شرف

اس سے قبل نکلی جہالت کی داغ بیل پڑ چکی تھی، علم و حکم پر
 بعض لوگ اس بھی جا بلی تھیں، بحث و مناظرہ کے اصول شروع بھی
 کانگریز پر چکے تھے، اعلیٰ سماجی پرستوں و جواب کا بد حال عام ہو چکا
 تھا، اہل خانہ فقہاء کے لئے یہ چیزیں عام توجہ اور دلچسپی کا کچھ بن
 گئیں کیونکہ دربار مل میں اس کے بغیر دربار حاصل نہ رہتا، بعض خفا
 فقہی مسافروں کے لئے دلداد، تھے، محض اور شہنشاہی بات مشن سے
 خصوصیت کے ساتھ انہیں دیکھیں تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ آج... بدسورق، کھانا
 اور دیگر عہد کے مہذب تہذیب و جستجو سے محفل کر، خدائی مسائل منہب کے
 معزز زار میں گزرتے اور جمعیت اور رشہیت کے انکا لہجہ میں پے
 آرائی ہونے لگی کہ خود و حلال مواد و ذروت کی توجہ حاصل کرنے کا یہی

جوبدی سو تھا۔

”سستم یہ کہہ اپنی اس قبل و قال کہ ہم دی کی بڑی خدمت شمار
کرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ وہ اس طرح شریعت کے سرورہ تھا
یہاں استنباط کر رہے ہیں۔ ہر مذہب کے عمل و مصالح میں کہہ
ہیں اور اصول فقہ کی راہ کھل رہے ہیں اس خیال کے ماتحت پہلا
نے تعلیمات اور مستنبطات کا ذخیرہ لکھا اور کثرت و مبالغہ کے
گونہ گوں اصول بیان کر ڈالے۔ افسوس کہ وہ اب تک کسی روش پر
چلے جا رہے ہیں۔ نہیں معلوم مستقبل نہیں کس راہ پر چلے گا۔“

۱۷۔ دوسری خاص بات اس زمانہ میں یہ پیدا ہوئی کہ تقلید عامہ پر لوگوں
کے قیامت کر کے تحقیق و اجتہاد کا دروازہ اپنے اوپر بند کر دیا۔ تقلید پرستی
غیر شعوری طور پر ان کے ایک ایک رنگ و روپ میں سرایت کر گئی۔ اس کے
چندا سبب تھے۔

پہلا سبب فقہ کی یا ہی جنگ و جہل ہے کہ جب ان میں تہس کی
مناظرہ و چیلنجش اور نزاع و محنت شروع ہوئی تو فہمیت پر آگئی کہ جہاں کسی فقہ
نے فتویٰ دیا، دوسرا فوراً اس کی تردید کر دیا اور اپنی الگ رائے پیش کرتا۔
اس لڑاع میں جب تک کسی تعلیم ”مذاہب“ کا قول حکم نہ جانتا، جھگڑے کا
تصفیہ ہی نہ ہو سکتا تھا۔ اس طرح ارباب علم و افتاء کے لئے ناگزیر ہو گیا کہ کسی

نکس الام کی غلیظ نفس کے حصار میں پناہ میں۔

دوسرا سبب قصۃ وقت کا ظلم و جور ہے۔ ان کے فیصلے اکثر سلف کا دل سے بے پروا ہو کر جو کچھ ستم پر مبنی ہوا کرتے۔ اس وجہ سے لوگوں کی نگاہ میں ان کی ذاتیں مشکوک رہا کرتیں اور انہیں اس وقت تک نسیم دیا جاتا، جب تک وہ سلف میں سے کسی امام کی ملنے کا حوالہ دیتے۔
تیسرا سبب جمل کا شیور ہے۔ اکثر مفتیوں کا حال یہ تھا کہ وہ علم حدیث سے کوئی بہرہ رکھتے تھے اور نہ تخریج و مستطاب کی اہلیت رکھتے تھے جیسا کہ تم اکثر منا غریب کے اندر یہ صفت باطنی دیکھ سکتے ہو علامہ ابن ہمام وغیرہ نے اس علمی و فنی زوال پر شدید احتجاج کیا ہے ایک وقت وہ تھا جب فقہیہ اور مجتہد کے الفاظ ایک ہی معنی میں بولے اور کچھ جاتے تھے گروہ فقہیت کا معیار جمل چکا تھا۔ اب غیر مجتہد بھی فقہیہ ہونے لگا۔

۱۴) اس دور میں ایک اور چیز پیدا ہو گئی جس نے لوگوں کی توجہ غنی حرف تکمیل اور علوم شریعت کے اہل سرشار سے اک گونبہ ہوا ہوتے گئے اور انہیں توجہ دینی فنون میں داخلہ نہیں دیا۔ بعض نے ظلم خود علم ہر جاں اور فن حرج و تعدیل کی بنا ڈالی، پھر وہ یہ و قدیم ہمارے سچ کی تدبیر میں منہمک ہو گئے کچھ رنگ سرسب و نامہ اور علو پشوا خاند کی جہان میں یہ مصروف ہو گئے۔ خواہ

وہ سزا پا گیا نہ ہی، فساد کیوں نہ ہوتیں۔ ایک گرومے اصل فقہ کے
 دامن کو بھیلانا شروع کیا اور ہر صاحبِ نظر نے اپنے اہم و عہد سب
 کے مسک کی تائید میں بے شمار جمل قواعد و ضوابطِ دین کر ڈالے۔ تو
 ابرو کے چرچے بہت بڑھ گئے۔ مہدیانِ مبارکت میں بے ہاد عرصی پیدا
 ہو گئی اور اس فن ہر رنگ نے اپنے صلیک اور مذاق کے مطابق جمل و
 مختصر فقہانیت کا، شمار لگا دیا۔ ایک اور جماعت، جنہیں جس نے نیکوئی میں
 ضرورت کے بعض فرائضِ عورتوں کو سامنے رکھ کر دینی کاوش سب شروع کر
 دی۔ یہ فرائض عورتوں میں پر وہ دینی قیل و قال کی بنیاد رکھتے کبھی کبھی حدودِ جہ
 مستبعد اور بے اصل پٹا کرتی تھیں۔ اسی طرح کبھی کبھی مجتہدینِ سلف کے رسوم
 عبارت اور اشارت کو بے کر خیال کر لائی شروع کر دیتے جس کو ایک عی
 انسان بھی سنبھال نہ سکتا۔

یہ دو ہاتھ فتنوں کو سامنے کر آتے، اختلاف، نزاع اور لائی اس
 فتن و تفریق کا یہ فتنہ تاویخِ اسلام کے، اس سیاسی فتنے کسی طرح کم نہ
 تھا جس کے سبب نہ امت پر اپنی تیز مقراض جھکاؤ کا، نہ نظم و
 درجہ برہم کر ڈالا۔ یہاں فتنہ خلافت اور حکومت کی طلب کا، تھا، یہاں تو ہر
 شخص نے اپنی جماعت یا اپنی جماعت کے سرگروہ کو برسرِ تخت ٹالنے کی جارحانہ
 سرگردا کو سنسن کی تھی یہ نہ تو کہ "حکِ حضرت" (جہاں ظالم بادشاہ، امت کے

مردم مستطہ ہو گئے۔۔۔ ورنہ تاریخ اسلام میں ایسے ہر سال واقعات پیش آئے
جن کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح بہ ہر یہ قتلہ بھی قریب قریب ایسے ہی
اسباب کے تحت آیا اور لوگوں کے دماغوں میں جہل و شکوک داؤد نام کے
گہرے نقوش چھوڑ گیا۔۔۔

نہا نہ گندھارا اور انشی اندھی ہتھیار نہ تقلید پرستی پر نہیں محرم جوتی
گشتیں جس کی رو سے حق و باطل کی تیز کرنا، و بعد لی یمن اور سیدہ ابیہج کے
محدود گنگ کرنا بدترین گنا ہے۔ اب فقیر نام ہونے لگا اس شخص کا جس کی
زبان بحث و جدال کے میدان میں تیر تیریں چوکی بات پر چب چبا جاتا ہی نہ ہو
جس نے بلاشبہ (و طلب و یا میں) فقہ کے تمام اقوال رٹ رکھے ہوں اور
ان کی دھواں و حاد و تاد کر سکتا ہو یہی حال صلوٰۃ ہی تھکت کا تھا۔ جو یہ
سمجھ نہیں پڑا تھا کہ غلو، تصحیح، موضوع اور مستند ہر قسم کی ساریوں کو گن گن
کر ٹک کر لینا اور دیگر کسی مقبولیت اور فہم و بصیرت کے انہیں بیان کر دینا جو حث
والی کا سب سے بڑا گنا ہے۔

جس یہ نہیں کہتے کہ یہی حال سب کا تھا۔ جنہیں اس غلو کے باوجود
شک کے کچھ نہ سہ سلف کی یاد۔ نہ کرنے والے بھی باقی تھے۔ اگرچہ بحث کرتے
معاہدہ کی تائید ان کے شرک و باطل تھی۔ یہی شوک اور حق و باطل پر اس کی بحث
جس۔

اس دور کے بعد بہت دقت گذرتی گی۔ فتنہ کاری اور شیعہ تصبیہ و تنقیہ،
پرستی کا طوفان بڑھتا ہی گیا۔ اور دونوں سے علم و بصیرت کی ضرورتی تقاضا
نکلتی گئیں۔ حتیٰ کہ آج کے علماء اگر ماسرور دین میں خود و تہ میر کی بہت کمزوری
اطمینان کا سانس لے رہے ہیں اور مذہب ان حال سے گریز نہیں کرتے کہ آیا وہ جہلاً
اچھا دنیا علیٰ اُمّیہ قَدَرْنَا عَلٰی اِنَّمَا يَهْتَدِيْهُمُ حُفُوْتُكَ فَاَنْتَ سَمِيعٌ اَبَدُوكُمْ
دوش پہنچا ہے اور ہم انہیں کے غموش قہار کی پیروی کر لیں گے، اب سوائے ان
کے اور کس سے اس کا گھوکا جائے؟ وہی بہار سے حال پر جسم گرے؟

راغور از رحمت اللہ الہی الخ

اختلافی مسائل اُن کا نقطہ عدل

اسلام وحدت کا پیام لے کر آیا تھا مگر اس وقت جمل و نقشب
 کے ہاتھوں میں پڑ کر وہ اختلاف و تفرق کی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔
 مذہب کے چند جزئی مسائل نے یہی ہنگامہ برپا کرنا شروع کیا جو طوفانِ عظیم برپا کر
 رہا ہے۔ ان کی حقیقت پر جب میں نے برسی طرح غور کیا تو یہ دیکھ کر ہرگز نہ
 حق و اعتدال کے مرکز سے کچھ ذکھ ہٹا ہوا ہے، اور بے جا تعصب اور غلو
 سے کام لے رہا ہے ہر ایک اتباعِ حق کا مدعی ہے مگر سچائی کی انھیں
 حسبِ شاعرہ پر پٹیلنے کے بجائے جذبات کی بہروں میں بہ رہا ہے مجھے جوت
 اسی کا شکر گزار ہوا چاہئے کہ اس نے مجھے اصل کی میزان بھی بخش دی ہے
 جس پر حق اور باطل کو توں کر میں اندازہ رہا ہوں کہ حق کی سیبی اور من راہ

کون سی ہے۔ اور وہ اس وقت کس طرح اختلافات کی غارتگر بن گئی ہے۔ وہ
ن مزاخات و اختلافات کی بنیاد کر رہی ہے۔

اہلِ مذہب کی اس غمناک حالت کو دیکھ کر فرضی مضمون ہوا لکھنا مسئلہ
کی اصل فریخت انہیں سمجھا دی ہوتی جن کے اندامان کے افکار بالکل گمراہ گئے
ہیں اور جن کی تہذیب و تمدن میں ان کے گم بن کر کسی بھی بصیرت کے بے باوجود
خود کشی کا اظہار کر رہے ہیں۔

ان میں سے سب سے اہم مسئلہ عقیدہ کلمہ ہے، کلمہ الہی کی تعینید کا حجاز
قریب قریب ساری امت کا اجماعی مسئلہ ہے اور اس کے اندر جو مصالح
ہیں، انہیں ہر دیکھنے والی آنکھ دیکھ سکتی ہے خصوصاً اس پر شوب و زنا میں
جیکو عام قرائے فکر پر مجبور اور دونوں پہنچ کی موت سی طاری ہے۔ دلوں میں
طغیان حق کا کوئی جوش اور دھولہ باقی نہیں شریعت کے قوانین ہستی اور
ہمدردان کئے جا رہے ہیں اور ہر کس و نا کس خود پرستی اور غور کی کشتی میں چپکا
تعلیق کے بارے میں ابنِ حزم کے اس قول نے کوئی اتفرائی اور
اجماع سننے کی محنت تعینید حرام ہے اور خود آنکہ مجتہدین نے اپنی تصدیق سے
منع فرمایا ہے: وہ گوں کو غیب غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ
حکم حرام ہے اور ہر عامی و جاہل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے حالانکہ یہ یقیناً جہنم
خود بکل جہنم ہے، پند یہ غلطی مل اور نہی کیسے ہے اور اس کا اطلاق شیخ شخص پر کیا

۱۰۱۔ جو اپنے افسدہ جہاد کی اہمیت دیکھتا ہو، خود وہ ایک ہی مسئلہ میں رہی۔
 ۱۰۲۔ اگر کچھ طرح جانتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شخصوں کے شکاک کو دیکھتا ہے یا نہیں؟
 سے ملکا ہے اور یہ حکم شروع نہیں ہے، اس بات کا علم خود اسے اعدائے کے
 "تفریح اور مخالف مسوائفہ وائل کے استغناء سے حاصل ہوا یہ دیکھ کر کہ وہ باطل
 بعیرت کا سراواں تھا اس طرف جا رہا ہے اور مخالف کے پاس قیاس آرائی کا
 منطقی دقیقہ نہیں کھڑا دیکھ نہیں ہے وہ اس تجربہ پہنچ چکا ہے کہ یہی صورت
 میں حدیث نبوی کی مخالفت کا سبب یا تو کھانا کھانے پر سختی ہے یا کوئی چیز اچھا نہیں ہے
 شیخ محمد بن عبد السلام ہی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے

ہیں :-

تیسرتا ہوتا ہے ان حلیہ پرست تھا، چہ خواہے اہم کی جہاد
 فعلی سے واقف نہ ہو کہ بعد اس کے قریب کچھ سے جے بہت میں اور سے
 ترک کر کے کسی اپنے قول کی اختیار نہیں کرتے جو چنی صحت و کتاب و سنت
 اور اس میں صحت کے بلے ٹھانڈا ہو کہتا ہے بلکہ جو لوگ توحید اور اس میں
 نفس تعجب کے لئے جوش میں ملوث تاپ و سنت کی بھی مخالفت کرتے ہیں
 ہیں، اور یہ کہ ان کی حمایت ملے بلکہ مصروفیت و اہمیت کو نہ سمجھتے
 خصوصاً شریعت کی پس کیلئے اصل افسدہ اور میں کرتے ہیں کہ ان کے لئے
 گرفتاری کا ہم کی کوہ اور حیرت و گھبرائیل شاہی دل شکست

پھر ایک مقام پر لکھتے ہیں :-

فصلہ قول میں جس سے بڑھ کر کیا رنگ و جنس اس اور شاید قیامت
نہایت دیکھے اور ان کا حال یہ تھا کہ جس عالم میں وہ پائنتے اس سے نکلنے
پر چوبہا کہتے تھے میرا جنتی اور جہنمی کے کہ وہ عالم میں اور مسکن کا
پر وہ ہے ممکن اس حد کے بعد حالت میں ایک ٹیکر ان فرق ہندو
ہے چار تہا سپہ امان کے چار خدیوین کا خود چار ہے صوبہ ہند کے
اس مرکز سے بالکل سے جدا ہو کر صرف ان کے اقوال پر اصرار کیا جاتا ہے
نہ کہ کوئی قول ہی کو نہ اور بے دلیل و محبت چھوڑا جائے، مجھ سے
:- اللہ کا رسول بنا لیا گیا جو غور سے سمجھتا ہے اور خود اس کی ہر بات
وہی فوج ہے جو راستہ حق کا راستہ میں ہے بلکہ سراسر جہل اور
باطل کا راستہ ہے

امام ابو شامہ کا فیصلہ بھی کہنے کے لائق ہے لکھتے ہیں :-

جو شخص حق سے دلچسپی رکھتا ہے، چاہے کسی ایک ہی آدمی کے
پر کھنکھارے بلکہ ہر ایک کے اقوال پر غور کرے اللہ کے رسول کے
حق کا سرعہ لگانے اور اس غور ہی میں اسے جو قول قرار دے گا
نہ وہ اقرب ہے اسی کو، اعتبار سے اگرچہ وہ کسی کے اصولی اصول میں
کی گاہ چھٹی قرآن و سنت و فہم میرے آسمانی اصول پر چاہا ہے

اپنے اہل و عیال اور چنان و مشائخ کی مہارت تو نہیں کرتے تھے
 مگر ان کا حال یہ تھا کہ جس چیز کو ان کے علاوہ مشائخ علماء کہتے تھے وہ
 اور بڑی شری رہیں کہ حلال یاں لیتے تھے۔ اور جس سے کھوہ و مہم قرار
 لے لیتے تھے اسے وہ حرام کہہ لیتے تھے۔

پس کسی امام کی تقلید اس اعتبار کے ساتھ کرنا کہ اس کی زبان میں شریعت
 کی زبان ہے یقیناً غیر منطقی پرستش ہے۔

دوم، جو شخص اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ ایک جتنی کسی شافعی فقیر یا
 شافعی کسی جتنی فقیر سے فتوے پوچھے یا اس کے پیچھے نذر پڑے وہ بھی ابن حزم کے
 فتوے کی زد میں آتا ہے اس لئے کہ باطل و سلف اور جھکا ہوا بدین کرام کے
 عمل کی کھلی ہوتی مخالفت ہے جو کسی حال میں بھی جائز نہیں ہو سکتی۔

یہ ہے ابن حزم کے قول کا منشا، من قبیلہ اور شرانہ کو ملحوظ رکھ کر اس کا
 الحاق کیا جائے گا اور جہاں صریح حال یہ نہ ہو وہاں تک اس کا دعوہ وسیع نہیں ہو
 سکتا۔ مثلاً ایک شخص ہے جو محض اقوال و روایات کو ہی کوہن سمجھتا ہے اور صرف اسی چیز
 کی حجت کا اعتبار رکھتا ہے جسے اللہ اور اس سے رسول نے مطلق کیا ہو، اور صرف
 اسی شے کو حرام سمجھتا ہے جسے اللہ اور رسول نے حرام قرار دیا ہو یعنی تحریم و تحلیل
 کا حق وہ ایک لمحہ کے لئے بھی کسی اہل کو نہیں دیتا لیکن اس ایمان اور اعتقاد کے
 باوجود چونکہ وہ اقوال و روایات پر کوسنی نظر نہیں رکھتا، نہ متعارضات و خصوصاً تطبیق

ویسکی قدرت رکھتا ہے اور نہ صرف شرع سے احکام کا ہتھیار رکھتا ہے اس لئے اگر وہ ایک ایسے ثقہ اور صحیح اسطر عالم دین کا تبلیغ کرے کہ وہ اس کے نزدیک سنت رسول کے مطابق فتنی ٹیپے والے ہے اور یہ تبلیغ بھی وہ اس نظریے کے ساتھ کرتا ہے کہ جب بھی کوئی شخص مشرعی اس کے خلاف مبنی تو ظہری تعصب اور امر و نہی کے وہ اس قول کو قلم کوٹنے کا وسیع نہیں معلوم کہ کوئی شخص کیونکر ایسی عقیدہ یا تہذیب کو ناجائز نہ کہتے ہیں جب کہ عہد نبوی سے ملکہ اب تک تمام مسلمانوں میں قائم رہا اور امت مسلمہ کی ہی سنت متواتر چلی آ رہی ہے۔ اب خواہ کوئی انسان کسی ایک ہی فتنہ سے ہمیشہ فتنے پہنچا کر یا جو کچھ ایک فتنہ سے اور کبھی دوسرے سے نمودوں نسل بائیں ہیں بشرطیکہ مستحق فتنہ اور رسول کے فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھے۔

پس ہماری تعقید پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے جبکہ ہم کسی امام کے مفسرین یا ان جنہیں دیکھتے کہ وہ مہموم ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر ہم فتنی دینی نازل فرمائی ہے۔ اور اس کی اطاعت ہم پر فرض کر دی ہے ہم تو عمری امام کا تبلیغ کرنے میں توبہ جان کر کرتے ہیں کہ وہ کتاب و سنت کا عالم اور روح شریعت کا مزاج شناس ہے۔ اس لئے اس کا قول و اقوالیات و احادیث کے مفسرین ہیں پھر یہ ان سے ماخوذ اور مشابہ ہے یا پھر قرآن سے اس نے یا کتب تحقیق کر لی ہے کہ یہ حکم غلط علت کی بنا پر ہے۔ اور جب اسے اپنے فہم کی صحت پر پورا

دو حصوں میں ✓

ایک نوید کہ اندھا حدیث کا قلعہ کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ فقہ کے اصول
 کو سستے رکھ کر مسائل کا استنباط کیا جائے۔ شرفا ان دونوں احوال کی
 بہتیت مسلم ہے ہر دور کے فقہائے متقدمین کا طریقہ ہی رہا ہے کہ وہ ان دونوں
 احوال کو ملحوظ رکھتے تھے۔ مگر فی ایک کی رعایت زیادہ کرنا کوئی دوسرے کی لیکن
 ایسا بھی نہ کرتے۔ ہم کسی عمل کو بالکل بزرگ کو دیا پس کسی جہاں سے اس کے لئے سزاوار
 نہیں ہے کہ وہ بالکل ایک ہی طرف جھک بیٹھے جیسا کہ آج دونوں فرقوں کا عام
 مشورہ ہے۔ اور یقین کر دو کہ ان کا یہی مشورہ ان کی ساری مذہبوں کا دوسرا ہے
 ان دونوں میں سے ایک کو گنہگار بنانا یا اس کی سیدھی رو پانا بہت مشکل ہے۔ حق کا راستہ
 ہم سے کہ ان میں تفریق کرنے کے پلکے دونوں میں ملتا جلتا پیدا کی بنے۔
 اور ایک سے دوسرے کی عمارت ڈھانے کے بجائے اس کے کمزور مقامات کی اصلاح
 پر مشتمل کام لیا جائے۔ اس طرح اہل جہدین کا جو تصور تیسرے کا نہایت مستحکم
 وہی کی طرف سے پیدا ہو رہا ہے۔ اور اس میں بدلے کے رہنے کی کوئی شکل
 قریب قریب بے کار ثابت ہوگی۔ اسی لحاظ اور بحین ذہن کی طرف امام حسن
 بصریؒ کی عہد کی رہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مسند کبیر رحمہ اللہ قدی کا اللہ اعلم۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود
 نہیں۔ عوام جہاد بھی انسانی و لسانی نہیں کرتا اور سستہ عدل سے جوش ہے

والے اور حد تک (جو چاہیں) انکار ہی کے، نہ پہنچنے والے دونوں کے بیچ میں ہے۔

یعنی حق کا کرنا فراطر فطرط کے بیچ میں ہے جو پہلی حدیث میں نہیں چاہتے مگر اپنے اختیار پر وہ مسک کو مجتہدین سلف کی راہوں پر پیش کر سکیں۔ اسی طرح جو پہلی تخریج میں اور مجتہدین کے اصول پر سائل کا استنباط کیا کرتے ہیں انہیں بھی چاہئے کہ حتیٰ الوسع صحیح اور صریح نصوص کو اپنے اصول اور دلائل پر قرار دیں اور نہ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ مضمونہ نبوی کی صریح مخالفت کا انہیں باوجود ناچار ہو جائے۔

کسی حدیث کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ان میں حدیث سے اشباع میں بے جا تعلق اور توغیل سے کام لے جنہیں پرانے محدثین نے وضع کیا ہے کہ نہ کہ ہر حال وہ بھی انسان ہی تھے، انکو نظر کی غرضوں سے ان کے بنائے ہوئے قواعد محفوظ نہیں کیے جاسکتے، اور نہ شائع کی طرف سے ان کی صحت اور یقینیت پر کوئی سند پیش کی جاسکتی ہے اس میں پرستی کے تسلسلہ میں ضروری سے بسا اوقات حدیث اور تہا میں صحیح اور دونوں کو ذکر کیا جاتا ہے مثلاً افطار یا رسال کے ایک ذرا سے مسک کی بنا پر کتنی ہی حدیثیں مضروک ہو، تاہم استناد ظہوری ماتی ہیں حالانکہ فی انفسہ وہ قابلِ رد و قبول نہ کرتی ہیں چنانچہ ابنِ حزم نے ہی طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے تحریر فرمایا: (واجب کو حرم

قرآن میں روایت کو تائید ملتی ہے۔ قرآن میں صرف اس حدیث کے احادیث ہی
 روایت کی روایت میں منقطع ہے۔ اس کا شہید ہونا ہے، حالانکہ حدیث میں تفسیر
 صحیح اور اس کا سند مسلسل ہے۔ اس کی کسی قوی سے تائید ہو
 تو اہل منقطع کے سند کی بنا پر اسے مروج قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایسی حدیث
 کو صرف سے نزدیک ٹھہرا دینا یقیناً زیادتی ہے۔

اسی طرح اسباب حدیث کا ایک اصل یہ ہے کہ ایک شخص کسی
 حدیث کی روایتوں کو لکھتا ہے، وہ محنت کے ساتھ محفوظ رکھتا ہے اور
 دوسرا ظاہری صورت کی حفاظت سے ہوتا، اعتناء نہیں کرتا، لکھیے
 اپنے شخص کی بردارایت (جو حدیث سے کی گئی ہو) دوسرے روایت کی روایت
 پر مقدم دھڑکاؤ، جس کی خواہش دوسرے راوی کے اندر ترجیح اور
 برتری کے کہتے ہیں واضح و دہائی کیوں نہ ہو، دونوں کی یہ خواہش
 پرستی سخت تنقید کے قابل ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ عام روایت، حدیثوں
 کو، یعنی بیان کرنے کے الفاظ و حروف کے مفہوم رکھنے کا یہ حدیث و روایت
 نہ تھی، جس کوئی حدیث میں میں طرح، ابی اوب و جوعت یک ایک حرف
 کے غلط ہونے، غلطی کی وجہ سے ترتیب سے کہتے تفریق کیا کرتے
 ہیں۔ ویسا ہی حدیث میں برتاؤ، حتیٰ کہ ایک لفظ کی تبدیلی یا تفریق
 الفاظ کی تبدیلی، اور آواز جیسے حروف کے دقیق غلطی

خصائص سے مستدلال کا رخ متعین کرنا، جبکہ ہم روایتیں بالمعنی بیان کی گئی ہیں ایک طرح کی غصیت اور الفاظ کی نا رواظ میں ہے۔ ورنہ تم دیکھتے ہو کہ ایک ہی روایت میں ایک روای ایک لفظ متباد کر کے اور روایت کسی روایت میں کسی سند کے ساتھ دوسرا لفظ ایک دوسرے ہی لفظ کے ذریعہ حدیث کا منہم لگا کر ہے

تس احادیث کے بارے میں بھی مسکب ہی ہونا چاہئے کہ روای جو کچھ بھی اپنی زبان سے کہے اسے کام نبوی کی حقیقت سے مان لیا جائے گا ان اگر کوئی دوسری حدیث یا شرعی دلیل اس کے خلاف مل جائے تو وہ ملکہ کو ترک کر کے اسے اختیار کرنا ضروری ہے۔

ایسی ہی ذمہ داری اور متب طائف تقیہ پر بھی عاید ہوتی ہے جو ائمہ مجتہدین کے اصول اور فتاویٰ کو سامنے رکھ کر مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔ ان کے لئے بھی یہ بات نہیں کہ وہ دنیا بھان کے سامنے مسائل کا حل انہیں اصول میں حاس کیا کریں، اور ان میں سے کوئی نہ کر ایسے اقوال نکالیں جن سے زوائد ان کے اثر کے اصول اور ان کی تصریحات سے کوئی وہ کا تعلق جو دھم نے لغت ان سے یہ سوال سمجھ لیں۔ اور دعوت عام میں ایسا طرح سخن نہیں رائج ہو کہ مکمل عمل اپنے ذہن سے بمعانی متعین کرتے رہے، ایک حق مشابہت کا اس کی جھٹکے قرآن مجید ان کو دیگر مسائل میں

اس خود فریب و ملت یا مشابہت کو بسیار بگو شہر ادا یا ہمارے شہر پر تہم ہے کہ ان
 قوم ترقیاتیات کو نہایت دیر دیری کے ساتھ نام کی طرف منسوب کر دیا جائے
 ہے۔ حالانکہ اگر وہ نام جس کے قول سے یہ تصریحات کی گئی ہیں، کج زعم و کج روئے نہ
 اور یہ مسائل بروہ راست اس سے پرچھے جائیں، تو باوجود اپنی تمام اہم و جہت
 اور مجتہد ذرغہ کو اسی کے اور جنہ و قہقہہ تک اس کا تخیل پر حادہ کر سکے گا۔
 جنہیں ان کے پیچھے چلنے والوں نے اسی کے اقوال سے مستنبط کر رکھا ہے۔

تخریج کا یہ جزو نہایت حیرت و سر دما د ہے۔ تخریج تو محض اس وجہ سے جائز
 ہے کہ وہ دو حقیقت بہت ہی تفصیل اور پیچیدگی سے، نہ کہ اس کی غلط ترجمانی اور
 اس کے اشکالات پر ہی، حاشیہ لگائی۔ اور وہیں تک اس کا شکیں ہو سکتا
 ہے۔ جہاں تک نام کے اقوال نام اصولی نمونہ و تدبر کے معنی اجازت دے
 سکیں۔ ورنہ اگر اس کے کام کا رخ کسی طرف ہو اور اس کا ترجمان و تفسیر کوئی
 اور نہ متعین کرے تو یہ تفسیر و ترجمانی بہ غلطیہ تخریج نہ ہوگی بلکہ کوئی اور ہی چیز
 ہوگی۔

اس کے علاوہ ایسے نقطہ کو اس بات کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے
 کہ وہ اپنے اصول کی پیروی کے پیش میں ایسی مستند حدیث یا روایت کو رد کر دینا
 کہ جس میں نام انت میں متبرکیت حاصل ہو چکی ہو۔ مثال کے طور پر حدیث
 معمرہ کو رد یا تفسیر میں امام عیسیٰ و مسلم نے فرمایا ہے کہ۔

نہ انھیں ایسی بھری خرید ہے جس کا وہ انھیں میں پہلے سے رکھ
 یہ گی عمارت کو حیرت اور حیرت میں اگر زیادہ دھم لگائے تو اسے
 میں روز تک اختیار رہتا ہے۔ خدا بھری رکھتے یا صانع عالم
 کے ساتھ دایم کر دے۔

یہ حدیث متعدد طرق سے ثابت ہے اور تفصیلاً اس کی روایت
 کی ہے جس اصناف نے جو کچھ اصول و صیغہ کر رکھا ہے کہ اگر روای غیر
 فقیہ ہو تو اس کی روایت عام اصول کے خلاف ہو اور کوئی عام قاعدہ
 رہنا سکتی ہے تو اس سے وہ حدیث متروک اعلیٰ ہوگی اس لئے باوجود
 صحیح و مستند ہونے کے یہ حدیث من کے نزدیک متروک اس سے بڑا
 وہ کوئی عام قاعدہ نہیں بن سکتی اور روای غیر فقیہ ہے۔

یہ طریقہ اور اس بات حق کا طریقہ نہ ہونا چاہئے۔ اس میں شریعت پر
 ایک طرز کی جہالت پائی جاتی ہے۔ قرآن رسالت کا احرام سر خدا
 انسان کے منہ سے اصرار و قوائد کی رعایت سے الگ ہے۔
 اہمیت فنی رحمت اللہ علیہ نے اسی قاعدہ روای سے پیسے کے لئے فرایض
 ”جب میرا قائلین کو دئے دوسرا کہی ہو اور فقہاء اور
 دوسرے ائمہ مسلم کا کوئی دین اس کے خلاف مل جائے تو میری رائے
 ہر دوسرے کو۔ رسول خدا فرما ہی اصل اصول ہے غیر مستند۔

اب ہر وجہ و سبب کی خبریں سے تیسرے مسئلہ پر جو ترقی و منت کے
مقصد سے متعلق ہے بحث کر لی جانتے ہیں

احکام شرعیہ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کتاب و سنت کا جو
تنبیہ کیا جاتا ہے، اس کے مختلف مدارج ہیں، سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ
ہے کہ انسان کو: فعل، حکم و شرعیہ کی معرفت پر تامل و توجہ نہ کرے
مستغنیوں کے کٹر سوالوں کا جواب: آسانی دے سکے، اور ساری زندگی
میں ہمیشہ اسے وہ منہ عام واقعات کا شرعی حل معلوم کر سکیں، اسے
توقف اور کوشش نہ بہت کہ کام لیا نہ کرے، یہی مقام انتہا ہے اس
استعداد و ذوقِ بقیت کے حصول کے چند طریقے ہیں

(۱) کبھی یہ استعداد ان دیت میں غائر قلب و کثرتِ ذوقِ حب و کثرتِ
نتیجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کہ امام محمد بن حنفیہ کا نہیں ہے بلکہ یہ سب
مجھ پر کمالیہ کے حاصل کرنے کے لئے میری نفسی کمزوری و تنوع کوئی ہے
ابن عربی کے ساتھ تھا انسان سکتے مزدوری سے کہ ایک ماہر صنعت و ادب
کی طرح کوئی کام اور سبب بیان ہے پوری ذہنیت رکھتا ہو اور
ایک وسیع حزمہ، اگرچہ یہ بھی جانتا ہو کہ اس سبب متعدد میں خصوصاً
حج و طعم کی صورت کس طرح پیدا کرنے کے لئے وہاں سے شدائد کا طریقہ
یک پرگزشتہ

۱۲۔ کبھی یہ قیادت اصولی ترویج کی پوری طرح مضبوط کرنے سے حاصل
 جرتی ہے لیکن اس کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ فائن کسی اس کے
 اصل کو سامنے رکھ کر مستنبط مسائل کا طریقہ جان جائے بلکہ یہ ضروری
 ہے کہ مادیت کو سمجھنے کے ایک مستند حصہ پر اس کی نظر ہو تاکہ اسے معلوم
 ہو سکے کہ گہیں اس کا قول و فعل سے ٹکراتے نہیں رہا ہے۔ یہ طریقہ دلی تخریج
 کا ہے۔

۱۳۔ تیسرا راستہ جو مذکورہ بالا دونوں راستوں کی نسبت اعتدال
 کا رنگ رکھتا ہے یہ ہے کہ ایک طرف آدمی نثران و سنت سے آگاہی رکھ کر
 ہرگز فرقہ کے اصولی اور جامعی مسائل اور ان کے تفصیلی دلائل کا علم حاصل
 حاصل ہو سکے بلکہ دوسری طرف بعض اجتہادی مسائل پر کچھ دسترس رکھ کر
 سوچ کے تہماتوں پر اس کی نگاہ ہو، ایک قول کو دوسرے قول پر تنقید
 دے سکتا ہو، لوگوں کے حقیقیہ تحریک پر نقد اور ٹکراتے ٹکراتے کی تیز کر سکتا
 ہو اس کے اندر وسعت نظر اور تحریک و وسعت اور توازن نہ ہائے حاضر
 جو ایک بلند سطح کے لئے ضروری ہو گئے ہیں اس مقام پر پہنچ کر ان
 کے لئے جائز ہے کہ مختلف دایوں کو تنقیدی نگاہ سے دیکھے اور ان
 مختلف مذہبوں کے دلائل سے واقف ہو کر کچھ باتیں ایک مذہب کو
 اور کچھ دوسرے مذہب کی سے سے دینی تعلق کرے اور بعض

عزیمات کو ترک کرے جو مگرچہ عقیدہ میں کے ٹھیک تھیں لیکن پہلے
لیکن وہ اپنی تعبد اور تحقیق کی روشنی میں انہیں غلط سمجھنے لگے۔ اسی وجہ
سے تم دیکھتے ہو کہ جس علماء کو مجتہد مطلق ہونے کا دعویٰ تھا وہ اسی
نقصی تصانیف میں خود مسائل کا استخراج کرتے ہیں اور ان کا بر سلف کی
آراء میں موازنہ کر کے ایک رائے کو دوسری رائے پر ترجیح دیتے ہیں
جب اجتہاد اور استخراج دونوں قابلِ تجزیہ و تقسیم ہیں اور کسی جزئی
مسئلہ میں تجزیہ کر کے لئے آدمی کا مجتہد مطلق ہونا شرط لازم
نہیں ہے تو پھر مسائل کی تحقیق میں اس طریقہ کا کرنا لوگوں کی نگاہ میں
کیوں مستحب اور ناقابلِ قبول و کفایت دیتا ہے؟ تحقیق کا مقصد تو محض
ظنِ غالب کے حصول تک ہے اور اسی پر تکلیف کا دار و مدار ہے۔
وہ گئے وہ لوگ جو انہی گہری نظروں سے دیکھتے اور جنہیں مسئلے
انہی ہم دلی بصیرت عطا نہیں کی ہے کہ قرآن و سنت پر غور و فکر کے بعد
خود مسائل کی جانچیں کر سکیں انہیں چاہیے کہ اپنی زندگی کے تمام
محاولات میں خدا سے برواج کے ہر طریقوں اور فیصلوں کو اپنا مذہب
سمجھیں جنہیں انہوں نے اپنے کہاؤا اجداد کے سلسلے سے اٹھایا ہے۔
لیکن جو واقعات سمجھتی نہ ہوں بلکہ اہم اور نامور راجہ و جہان میں اپنے
کسی قریب کے مفتی کا استماع کریں اور قضایا میں قاضی کے حکم کی

تصیل کریں سید میری ان کے لئے صوب سے محسوس ہوا ہے۔
 اسی خیال پر ہم نے ہر مذہب کے قادیان اور ہدیہ علی، محققین کو
 پایا ہے اور تمام مذہب کے اہل پیروانوں کو سی کی وصیت
 بھی کی ہے۔ ایہ وقت والو امریں ہے۔

اور صبر و صفا کر دیا کرتے تھے جو شخص میری دلیل سے
 واقف رہا ہے جسکو قول پر توئی دینے کا کوئی حق نہیں۔ خود
 نام بر صوفیہ جب کوئی فزی دیا کرتے تو کہتے یہ زمانہ بنیادت کی
 رہی میری دلتے ہے۔ سے بہنے ہے۔ علم و ظہور میں بہتر ہو کر
 حقیقت یہ ہے کہ کوئی اس سے بہتر دلتا ہے اس لئے نہیں کہے کہ پھر
 ہر دلی دلتے کے قادیان میں اس کی رائے صاف اور حق سے
 زیادہ قریب ہوگی۔

نام ایک راضی شدہ کہہ کرنے سے کہ جو شخص کے اقوال اور
 نمبر کے محبت ہیں کہ لے لینے کے غائب ہو کر دوسرے کے
 قول، صرف ایک وقت اس لئے کہ سمجھتی ہے اور دوسرے
 کی وقت صوفیہ ہے۔

”فانکم اور حقیقت نام سنی سے و دست کی ہے کہ وہ نہ کہنے
 غصہ۔ جب کوئی صحت پر صحت کو نہ لے لے کسی کو میرا صحت

بکھر چکا۔ دوسری روایت میں امام صاحب کا یہ قول مرفوع ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ میرا قول حدیث میری کی مخالفت کر رہا ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرا قول چھوڑ دو۔ دوسرے ایک روز امام خوافی سے آپ سے مرنا ہوا کہ ہمارا ہم میری ہر بات کی کو رہے عقیدہ رکھو مگر ذاتِ محمدی میں کچھ کر لیا کر دیکھو کچھ یہ دوس کا سامنا ہے۔

امام محمد بن حنفیہؒ کا قول ہے کہ استد اور وصول کے مقابلہ میں کسی کی دسے کو کوئی دقت حاصل نہیں بلکہ میری تصدیق کرو اور نہ کسی اور امام کی جس طرح انہوں نے کتاب و سنت سے احکام دیں کی معرفت حاصل کی تم بھی وہی کرنا چاہئے۔ کوئی دقت ہے کہ مستحقان نہیں ہوتے تب تک کہ امام خوافی سے صاحب اور خوافی سے چلنا چلنا۔ اتنا رسو گراں سے کوئی یہ مسئلہ دیکھ گیا۔ جس کے تعلق سے معلوم ہے کہ میں میں وہ تمام شہر میں کی عمر بڑی کی بنا ہے۔ سخن جو دوسرا کہہ سکتے ہیں کہ یہ دھڑکتا اور وہ دھڑکتا ہے۔ لہذا کوئی نہیں۔ میں ہی کہہ چکا ہوں اور میری یہ بات کہ میرا جہتہاں کے قول کی ہذا ہو گا۔ لیکن اگر مسئلہ یہ ہے جس میں علماء کی باتیں متعین ہیں تو وہ

اس کے جواب میں بڑا کھڑکتا ہے کہ فلاں نام کے نزدیک یہ جانے
 ہے اور فلاں نام کے نزدیک نامیائے اگر اسے یہ حق نہیں ہے کہ
 بغیر اقبال کو چھوڑ کر کسی ایک نام کو اختیار کر کے فتویٰ دے
 دے۔ آؤ آئیں اس نام کے لئے مذہب کے دلائل سے بخوبی
 باخبر ہوئے۔

”نام ابو یوسف اور زرقہ وغیرہ علماء سے منقول ہے کہ
 جب تک کوئی شخص یہ دعویٰ نہ کرے کہ ہم نے یہ راستہ گدے
 اخذ کیا ہے۔ اس وقت تک وہ ہمارے اقبال پر فتویٰ دینے کا
 مجاز نہیں۔“

”حسام آہن یوسف سے جب کہ گیا کہ آپ نام ابو حنیفہ کی
 رائے سے اکثر اختلاف کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ
 اس کی وجہ کھلی ہوئی ہے۔ انہیں حرمیمہ اور وقت نفع حاصل
 تھی ہمیں حاصل نہیں، دُوب کر جس گروہوں سے حقائق
 نکالے جاتے ہیں وہ ان تک ہماری کمزوریوں کی روشنی نہیں
 ہو سکتی۔ ہمارے لئے جائز نہیں کہ ان کے پونے نہ گئے
 قول پر فتویٰ دیں۔“

”ابو محمد سکاف اپنی سے پوچھا گیا کہ ایسے شخص کے

کھینٹے جو اے شکر کا سب سے بڑا عالم ہو۔ ہاؤنڈ ہے کہ خنوسے
 دے سے نہ کہہ ہے۔ نہیں نے جواب دیا کہ گروہ عالم درجہ اجتہاد
 رکھتا ہو تو جابر نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ جو اجتہاد کب حاصل
 ہوتا ہے؟ جواب دیا کہ جب ایک شخص مسائل کے تمام بیادوں
 پر نگاہ رکھتا ہو۔ اور عقربوں کو معقول اور سی بجھیں دیوں
 سے خاموش کر کے تو وہ مجتہد ہے۔

ابن الصلاح کا قول ہے کہ اگر کوئی شافعی ایسی حدیث پائے جو
 اس کے مزہب کے خلاف ہو تو اسے اپنے علم کو تھکے کا جائز دین چاہئے۔
 اگر وہ اپنے درجہ اجتہاد کرے گی پوری استعداد اپنے اس کے لئے
 ضروری ہے کہ غور کرنے کے بعد اس حدیث پر عمل کرے اور تفسیر کا
 خیال نہ کرے۔ لیکن اگر وہ اپنے آپ کو اس مقام سے فزور محسوس
 کر رہا ہے۔ اور اجتہاد کی طاقت سے بے ہوش ہے مگر غور و فکر کرے کہ حد
 کوئی معقول دلیل نہ پائے گی وجہ سے حدیث کی مخالفت بھی اس پر شائبہ
 گزرتی رہے گی۔ تو بھی حدیث ہی کا اتباع کرنا چاہئے بشرطیکہ امام شافعی
 کے بھائی کسی اور امام نے اس پر عمل کیا ہو۔ کیونکہ اس ضرورت میں اس
 دوسرے امام کا اتباع امامت شافعی کے اتباع کا قائم مقام ہو جائے گا۔ یہ
 ابن الصلاح کی رائے ہے اور امام نووی نے بھی اسی کو مستحسن اور مختار

قرآن ہے

چوتھ سلسلہ جسے ہماری چاروں طرف سے زہنیوں نے اختلاف اور شخص کی رہنمائی بنانا ہے۔ وہ فقہاء کا باہمی اختلاف ہے۔ حاکمات اور اختلاف میں سے کچھ حصہ وہ ہیں جو باہمی مختلف تھے وہ دونوں طرح کے ہیں ان سے مختلف ہیں ان کے تشریح اور عیدین کی تعبیریں کا اختلاف، کچھ محرم درج کے سے احوام یا مذہبی دے کے براہ راست ہیں جن میں اور جن کے خلاف بہت سے ہیں کو کہتے ہیں جن سے کہنے کا اختلاف وغیرہائی نسبت میں ہیں۔ کوئی اساسی تباہی رکھتے ہیں اور ان کی اصل مشروعت میں فرق صرف وہ کوئی اختلاف سے بلکہ اختلاف جو کچھ ہے وہ محض ایک... کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں ہے۔ یہ سبھی سنی ہیں کہ تمام مذاہب کتاب و سنت سے مستنبط ہیں۔ یہاں جو مذہب شخص کی نظر تحقیق اور وقت، جہت و حد، گھر، نوکری ہے۔ اس وجہ سے جو مذہب دوسرے کے نزدیک مرجوح تھا اس کے نزدیک رائج اور اولیٰ ثابت ہوا اور اس سے اسے غیب کرکے دین کے طور پر قرأت کو لا اور انکو کہ نزدیک سی تھا اور بہت کی قرأت ہیں کس قدر مختلف ہیں یہی حال علمائے فرقہ کے خلاف کا ہے۔ چنانچہ وہ کئی اچھے خلاف کی تحصیل لکھ رہی کرتے ہیں کہ یہی پاکرام کی بارے میں بھی تھی۔

اور وہ بھی مسمیٰ وہ بھی، کہیں ہیں اختلاف رائے رکھتے تھے۔ حالانکہ وہ سب کے سب ہدایت کی روشن شاہ راہ پر تھے۔ کون سے جوہن کے کسی فرد پر کجروی اور سنت نبوی کی مخالفت کا الزام مان کر کر سکتا ہے! یہی وجہ ہے کہ علمائے حق مسائل اجتہادیہ میں تمام باب اختلاف کے فتوؤں کو جان سمجھتے اور قضا کے فیصلوں کو تسلیم کرتے آئے ہیں اور بسا اوقات اپنے مذہب کے خلاف بھی عمل کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ تم میں ضمیر کے اختلافی مسائل کے بارے میں تمام تہذیب کو دیکھو گے کہ وہ مسند کو چھید کر مباح کرنے اور تمام اختلافی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد یہ بھی مراد دیتے ہیں کہ میرے خیال میں حودہ حقیقہ ہے۔ یہ رائے مختار ہے، تیرے میرے نزدیک زیادہ پسند برد ہے، دیکھی جوں کہتے ہیں کہ ہم تک صرف یہی حکم پہنچا ہے۔" اس کے خواہد ام بسوط، انکار لغت و دلائل مث فعلی میں بے شمار موجود ہیں۔ یہ وہ باب رک و درختنا جب دین کا چشمہ صافی شقائق ذراغ کے صلیک مزایم سے قریب فریب پاک تھا اور اجتہادی اختلافات جاہلوت کے سے مغرور کا کام ہمیں دست ربے تھے، لیکن اس کے بعد تعصب کا حرفانی سیلاب آکر، سنگسار کی وسعت کم ہونے لگی۔ لوگوں نے قبیح خسوفی پہلوؤں کو صرف نظر کے صوف یک پہلو کو سے یہ اب اختلافات کی رویت پہلی سی

درہی نہیں ہے صدا بہت سے دی گئی۔ ان کی آڑ میں فرقہ پرستی و جہاد میں لگتی لوگوں کا ذوق تحقیق جو دسے بدل گیا اور وہ اپنے منہ کے انبیاء کو وہ مسلک پر سختی سے جہم لگے۔

اور یہ جو بعض علماء نے سلف سے اپنے منہ کے مذاہب پر ہمیشہ قائم رہنے کی تاکید منقول ہے، سو یہ یا تو ایک رجحان فطری کی بنا پر ہے کیونکہ ہر انسان اپنے پیشوؤں اور بزرگوں کی مختار اور پسندیدہ چیزوں کو بڑی قدر اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم عام رسوم و رواج کے اندر بھی اس رجحان فطری کا مشاہدہ کر سکتے ہیں یا پھر اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کے دلائل کی عظمت اور قوت سے مرعوب تھے اور ان کے خیال میں یہ وہ عمل بہت ہی مضبوط اور ناقابل تردید تھے۔ یہ اور اسی قسم کی اور وجہیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن بعض لوگوں کا یہ خیال کہ تعصب کی سرشاری انہوں نے یہ کلمات کہے محض وہم بلکہ سرسری بیان ہے۔

اب دوران اختلافات کی اصلیت پر غور کہ وجہ پر فرقہ بندیوں کا عارضہ جنگ قائم ہو رہا ہے، اور دیکھو کہ صحابہ تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ سلف نے ہمارے لئے کونسا اسوہ چھوڑا ہے، ان تمام کا حال یہ تھا کہ ان میں سے بعض لوگ جسم، اندر پرستے تھے بعض لوگ نہیں پڑھتے

تھے۔ مگر میں ایک جماعت اسی قسمی جہت کرنے اور بچھنے لگوانے کے بعد تجدید و ضو کو ضروری خیال کرتی تھی تو ایک جماعت ایسی بھی تھی جو اس کی سطح ضرورت نہ سمجھتی تھی۔ یہاں اسی قسم کے سپیروں اختلاف موجود تھے لیکن اس کے باوجود وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ کسی نے کسی کی اقتداست کبھی نہ کی۔ نہیں کیا۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے کاغذہ و راہم شافعی وغیرہ دینہ والوں کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے حالانکہ اہل دینہ سرسے سے بسم اللہ پڑھتے ہی نہ تھے۔ نہ اہستہ اور نہ زور سے۔ امام ابو یوسف نے اردن الرشید کے پیچھے نماز پڑھی۔ بعد ازاں اس نے جماعت درپہنچنے لگا۔ اس کے بعد وضو کی تجدید نہیں کی تھی۔ امام ابو یوسف کے مذہب میں پچھنوں کے بعد تجدید و ضو لازم ہے۔ گو امام مالک کے مذہب میں لازم نہیں ہے۔ ماسی طرح امام احمد بن حنبل جماعت اور تکبیر کو ناقص و ضو مانتے ہیں۔ لیکن جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ایسے نام کے پیچھے نماز پڑھیں گے جس نے بدن سے خون نکلنے کے بعد وضو نہ کیا ہو تو آپ نے جواب دیا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ امام مالک اور مسیب بن السیّد کے پیچھے میں نماز نہ پڑھوں! رجن کے نزدیک یہ چیزیں نواقض وضو میں سے نہیں ہیں!

روایت ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد عیدین ہیں خلیفہ

ہارون کی رعایت سے حضرت ابن عباس کے مذہب کے مطابق تکبیر کیا
کہا کرتے تھے، جبکہ ابن وہب اس کا مذہب اس کے خلاف تھا۔
امام شافعی نے مقبرہ دہم پر حنیفہ کے قریب فجر کی نماز پڑھی تو منبر
ان کے لیے غدار اور دہم سے دھسے تربت کو ترک کر دیا اور فرمایا کہ بسا
اوقات ہم اہل عراق کے مسلک پر بھی مل کر بیٹے ہیں۔

امام ابی زہرا ہر وقت ایک متعلق ہندوستان میں سے آپ نے بعد
کے روز حرم میں غسل کیا اور دوں کو مندر پر بھائی سفار پڑھ کر جب لوگ
ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو آپ کو اطلاع دی گئی کہ عمار کے قریب ہیں
ایک سو سو اچھا موجود سے امام موصوف نے جن کو نزدیک لا تو پھر اس وقت
ہم اپنے مدنی بھائیوں کے مسلک پر عمل کرتے ہیں کہ تیبانی و قدس کی
مقدیم سے توجہ نہیں جوتا۔ اس کا حکم باکیر کا ہو جاتا ہے۔

امام بخاری سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شافعی مذہب آدمی نے دو ایک
برس کی نماز چھوڑ دی ہو اور اس کے بعد وہ حق مذہب اختیار کرے تو
پھر وہ کس طرح نماز کی قضا کرے؟ آیا امام شافعی کے مذہب کے مطابق
یا حنفی مذہب کے مطابق؟ جواب دیا کہ میں مذہب کے مطابق اس نے
قضا کر دیا۔ سب بشرطیکہ اس کے جوہر تہذیب و تربت ہو
جامع غفر و غفر ہے کہ اگر کسی نے کسی مذہب کا مذاق اڑایا ہو تو اس کو

سے نکاح کر دیا تو اس پر طلاق اس پر طلاق یعنی تین طلاقیں دیں! پھر اس نے کسی شافعی المذہب فقیہ سے فتویٰ لے چھا اور اس نے جواب دیا کہ اس پر طلاق۔ پٹھے گی اور تیسری قسم لغو ہو جائے گی تو اس مسئلہ میں امام شافعی کی فتوا کرنے میں اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ کرام کی نانید اسی مسلک کو حاصل ہے۔

ہم محمد نے اپنی امی میں فرمایا ہے کہ اگر کوئی فقہ اپنی بیوی کو ان مغللوں میں طلاق دے کہ انت طالق البتہ اور وہ اپنے مذہب کے مطابق ایسی طلاق کو تین طلاق یعنی طلاق بائن سمجھتا جو ایسے وقت فیصد کر دے کہ یہ طلاق رجعی ہے، تو اس کے لئے رجعت کرنے کی گنجائش ہے۔

اسی طرح تحریم تحلیل اور معاشرۃ اور لین دین کے ان تمام احکامات میں جن کے اندر فقہاء اور ائمہ کی رائیں مختلف ہیں ہر فقہ پارام ہے کہ اگر واقعہ سے اس کے مذہب فقہی کے خلاف فیصد ہو تو وہ اپنی رائے اور اپنے مسلک کو چھوڑ کر ذمی کے فیصد پر عمل کرے۔

چند مسائل اور میں جن کی اصلیت کے بارے میں ایک عام اور مجرب نقطہ فہمی پیدا ہو رہی ہے اور وہ حقیقت یہی نقطہ فہمی موجود اختلافات کا سرچشمہ ہے۔ ہم انہیں یہاں مختصراً بیان کرنا چاہتے ہیں۔

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فقہ کی وہ تمام تصریحات جو ان لمبیا ہی شرحوں اور فتاویٰ کی مسمیٰ ہوئی کتابوں میں موجود ہیں سب کی سب امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے اقوال ہیں وہ من اقوال ہیں یہ تمیز نہیں کرتے کہ فلاں قول ان کے اور فلاں قول ہے اور فلاں قول ان کی راہیں اور فتویٰ کو سامنے رکھ کر بعد میں مستنبط کیا گیا ہے اور یہ جو ان کتابوں میں "علیٰ تحریرہم" اور "علیٰ کذا" اور "علیٰ تحریرہم" اور "علیٰ کذا" کے الفاظ آیا کرتے ہیں ان کو وہ گروہ بے مسمیٰ سمجھتے ہیں اسی طرح ذیل ابو حنیفہ کذا، امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق مسئلہ کا جواب یوں ہے کہ کے درمیان وہ کوئی فرق و امتیاز نہیں کرتے۔ اور ابن الامام اور ابن اللہیم وغیرہ محققین حنفیہ کے مسئلہ وہ درود اور مسئلہ شرط یتیم لہ اور ایسے دوسرے مسائل کے بارے میں یہ فرماتا کہ دراصل یہ امام ابو حنیفہ کا قول نہیں ہے بلکہ بعد ازاں کی تحریرات ہیں۔ ان کے نزدیک بالکل ناقابل اعتناء ہے۔

اسی طرح بعض ارباب علم و تحقیق اس دہم میں مبتلا ہیں کہ مذہب حنفی کی بناء پر بدلتی جڑوں پر قائم ہے جو المستوطۃ الحدادیہ اور فقہیت کے صفحات میں پھری گئی ہیں وہ نہیں جانتے کہ ان کے مذہب کی بناء پر جڑوں

لے حنیفہ کے ہیں اس کی اجازت اس وقت مل سکتی ہے جب کہ آدمی پانی سے بکے۔
گروہ دوم۔

پر نہیں ہے، کہ، اس طریق بحث و جدل کے باقی دراصل منزلہ ہیں جسے
مشرعین نے، اس خیال سے، اختیار کر لیا تھا کہ اس سے طلبہ کے دماغ میں
تیزری اور درست پہچان ہوگی اگرچہ ان کی تنہا بار آور شدہ تھی اور ان کے
اس فرض عمل نے دماغوں کو جلا اور درست دینے کے بجائے انہیں بے بصیرت
اور متعصب کی شکلتایوں میں گھیر کر رکھا بنا دیا۔

ہمیں اس جگہ ان اہل امام اور شیعہ کی تردید میں یہی گفتگو نہیں کرنی چاہیے
کیونکہ اس باب کی تفسیر میں جو کچھ ہم بیان کر چکے ہیں اس کی مدافعت
ان میں سے اکثر کا خود بخود ادا کر دیتی ہے۔

(۲) بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں پڑے ہوئے ہیں کہ امام جعفر
اور امام شافعی کے اختلافات کی اساس وہ اصول ہیں جو اصول جعفری
وغیرہ کتابوں میں درج ہیں حالانکہ ان میں سے اکثر اصول ایسے ہیں جن کا
ذکر ان جہازوں میں نہیں کیا، بلکہ وہ ان کے اقوال و روایات سے
ملکر جمع ہیں، وضع کئے گئے ہیں، مثلاً مسیح کے نزدیک نیکے سب ذیل
اصول کے کام سے بعد و لوں نے نکالے جنہیں اہل امام جعفریہ و صاحبین
سے کوئی صحیح روایت ایسی منقول نہیں جس میں یہ باتوں مذکور ہوں :-
"خاص اپنے حکم میں خود مصلح اور مبتدع ہے اس کے ساتھ کوئی شرعی
بیان حق نہ کیا جائے گا۔"

”مکی حکم پر پھر اس حکم کا نسخہ ہے۔“
 ”خاص کی طرح عام بھی قطعی ہے۔“
 ”کثر ثبوت مدعا کے لئے ترجیح نہیں۔“
 ”غیر فقیر دواوی کی روایت اگر اصول و قیاس کے خلاف ہو تو واجب العمل نہیں۔“

”مفہوم شرطیہ مفہوم وصف کا کوئی اعتبار نہیں۔“
 اس قسم کے مسئلے اصول فقیر ایسے ہیں جن کی تعیین و نقد و نسخ سے اگر کو کوئی تعلق نہیں اور ایسے اصولوں کی محافظت کرنا اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات کو بڑے تکلفات کے ساتھ دفع کرنا بمقتضیٰ کا طریقہ نہ تھا۔ ان کی یہی غفلت و غماضت جمادی توجہ کی اسی قدر سخت ہے جس قدر کہ خلاف اصول و فقہ کی۔ اگر ان پر توجہ ہونے والے اعتراضات کا جواب دینے میں تکلف سے کام لیا جائے جیسا کہ ماہر گوں کا شیوہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے اصول کو اس جوئی محذرت سے محروم رکھ دیتے۔

اب ہر چند میں میں سے کہ اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔
 رول ان حضرات سے یہ کہ اس قرار دینے کو فقہ نامی بنے حکم میں واضح ہے کسی شریکی بیان کو اس کے ساتھ ملحق نہ کیا جائے گا یہ قدر مدعا

متقدمین کے اس فعل کے نکالنا یہ ہے کہ انہوں نے آیت **وَالْمُحْضَرِّ لَا يَسْجُدُ** کی بناء پر نہ نہیں صرف رکوع و سجود کو فرض قرار دیا اور المصلیان کو فرض نہیں ٹھہرایا۔ دسویں حدیث میں یہ ارشاد سرحدی تھا کہ آدمی کی نماز نہیں ہوتی جب تک وہ رکوع و سجدہ میں رہی بیٹھ کر پوری طرح ٹھہرائے نہیں۔ اس ایک معاملہ میں متقدمین نے جو مسلک اختیار کیا، متاخرین نے اس سے ایک نیا نمونہ نکال دیا ہے۔ مگر دیکھو کہ متعدد معاملات میں وہ خود اپنے مقرر کئے ہوئے اس قاعدے کو کس طرح توڑتے ہیں۔

آیت **وَالْمُسْحُوْا اَبْرُؤْا** میں مسح کرنے کا حکم ہے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے۔ **وَالْمُسْحُوْا** کا لفظ عام ہے غاصہ مذکور کی رو سے چاہئے تھا کہ سر کے مسح کی مصلحت و ضرورت کا اُفتے دیا جانا۔ لیکن خفیہ یاں اپنے اس قاعدے کی پابندی نہیں کرتے۔ اُحد اس حدیث کی بناء پر جس میں مذکور ہے کہ: **خُفِّضَ رَأْسُ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ** نے نامہد کا مسح فرمایا مسح کئے سر کے جو مضافی حصہ کی حد مقرر کر دینے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہاں حکم عام کے ساتھ اس کی تشبیہ کو کیوں ملحق کیا گیا؟

قرآن کا حکم ہے اور لفظ عام کے ساتھ ہے کہ: **زَانِي وَرَزَّاقِي** کو کیسے مارو؟ **مُكْرَمٌ بِالْاَعْمَةِ** کا اقتضا تھا کہ شادی شدہ اور غیر شادی

شہد سب کو کر لے ہی مارنے کی مزمور کی باقی۔ مگر یہ بات حدیث میں
 اس آیت کا بیان مانتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غیر شادی شدہ کو تو بیسے
 مارے جائیں لیکن شادی شدہ جو کہ کو سنگسار کیا جائے کیا یہ لفظ خدا
 کے ساتھ تشبیہ کا اعلانی نہیں؟
 آیت آتایہ فی ذالک یرکبہ فاقطعوا ایدیہما میں ملحق

چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ قاعدہ مذکور کے مطابق ہاتھ کاٹ کر یکبارہ
 کی چھری پر بھی ہاتھ کاٹ ڈالا جانا لیکن اپنے منور کئے ہوئے اہل کو ہٹنے
 ملایں لکھ کر انہی حضرت نے دس دھم کی شرط لگائی اور حدیث کو آیت
 کا بیان قرار دیا۔

طلاق منعقد دینے کے بعد شوہر اگر از میرزا مطلقہ کو اپنے نکاح میں
 لے لیا جائے تو فرماں حقیقی مسیح مسیح کی جیسا کہ میرزا کے منکران کے ساتھ
 حکم دیتا ہے کہ یہ مرنہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس کے دل میں
 کے بعد کوئی دوسرا شخص اس عورت سے نکاح کر چکا ہو۔ اس حکم کا لفظ
 یعنی نکاح نامہ ہے۔ جو اپنے متعارف مفہوم میں ایجاب و قبول تک
 محدود ہے۔ پس آیت سے مراد اپنی شرط نکلتی ہے کہ وہ عورت کسی
 دوسرے مرد سے نکاح نہیں ایجاب و قبول کرے۔ لیکن فقہائے احناف
 نے حدیث حقیقیہ ذوق عسولیتہ و میدوق عسولیتہ

مگر اس حکم کا یہین تسلیم کر کے نکاح کے ساتھ یہ شرط بھی لگا دی کہ وہ دوسرے شوہر اس عورت سے جاملے بھی نہ ہو۔

بتاؤ ان مشاؤون میں اصول "الخاص مبین" کا لفظ "البیان" کا کتنا لحاظ کیا گیا ہے؟

اب، قرأت نماز کے متعلق نص قرآن کا قیود "مَا تَقْرَأُ مِنْ كِتَابٍ" ہے۔ "مَا تَقْرَأُ" کا عموم پا چتا ہے کہ جتنا بھی اور جہاں سے بھی قرآن پڑھیں یا نماز ہو جائے گی۔ اور حدیث "وَلَا تَقْرَأُ إِلَّا بِحَدِّكَ" انکی کتاب کا لفظ ہر قسم کا عموم پا چتا ہے کہ سورہ فاتحہ کی قرأت ہر رکعت میں فرض ہے۔ لیکن قدامت آیت کے عموم کو اپنی جگہ رکھا اور حدیث کو اس کا مخصص نہ مانتے ہوئے فتویٰ دیا کہ قرأت فاتحہ فرض نہیں ہے اسی طرح کے بعض اور اقوال سے متاخرین نے ایک کئی اصول پر مستنبط کر دیا کہ انعام قطعی کا لفظ "بعضی لفظ عام ہے اپنے حکم و مضمون میں خاص کی طرح قطعی ہوتا ہے۔ اس کا عموم تخصیص کا منسل نہیں بلکہ وہ ایک مستقل حکم ہوتا ہے۔

اس اصول کو قدامتاء کو درست قدامتائیں مستحکمہ الحدیث کے عموم کو بھی قلمی نہ کرنا چاہئے کہ ہر معمولی جڑی ہدیہ بھی ہر آس فی منبر سے قرآنی کے کام آ سکتی ہے کیونکہ قدامتائیں مستحکمہ کا لفظ عام ہے

اس نے اس کے دلول اور مقصود میں بھی غموم آور دست کو ہائی دکھنا
چاہئے لیکن امان حدیث سے خودی تخصیص فرماتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ ہدی کے لئے بکرا یا بکرے سے بڑا کوئی جانور ہونا چاہئے۔
کیا یہاں لفظ نام کی قطعیت غاس کی طرح قائم رہی؟

دس) صیقل فقر کی ایک نغمہ انداز یہ بھی ہے کہ "لا عبرۃ بمفجوعہ
الشیطان والوصف" یعنی اگر کوئی نغمہ کسی غاس مرقع پر دیا گیا ہو تو اس نغمہ
کے اطلاق میں اس غاس مرقع کی خصوصیات اور شرائط کا اعتبار نہ کیا
جائے گا۔ یہ قاعدہ دراصل سلف کے اس مسلک سے نکالنا لگیا ہے جو انہوں
نے آیت "فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ سَبِيلَهُ لِمَا لَمْ يَخْلُقْ لَهُ" کے بارے میں غلط
کیا ہے۔ اس آیت کا ظاہری مضموم یہ ہے کہ ہر لوگ آزاد و عورت سے نکلج
کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور بوجہ ناداری اس کے اخراجات کے
شکفل نہیں ہو سکتے وہ نوٹڈی سے نکلج کر سکتے ہیں۔ لیکن مستفیدین
نے اس شرط عدم استطاعت کو قید جازد مانتے ہوئے ذی استطاعت
اور صاحب مقدرات انسان کو بھی نوٹڈی سے نکلج کی اجازت دے
دی۔ ان کے اس فتویٰ سے مستند جلالہ اہل مستغبط کر لیا گیا۔

لیکن آؤنٹ کی دیکھو کے بارے میں یہ لوگ خود اس اصول کو ٹوڑ
دیتے ہیں نص کے مذاق فی الایمان السامعہ دیکھو، ہیں جن میں یہی قید

شرط مذکور ہے۔۔ اصول مذکور کے لحاظ سے چاہئے تھا کہ ساثر اور غیر ساثر ہر نوع کے اونٹوں میں زکوٰۃ فرض قرار دی جاتی اور اس فقرہ "الذات مختار" کے معنوں میں حکم کو مقید نہ کیا جانا مگر یہاں اس میں کیا گیا اور صرف چنے دے اونٹوں میں زکوٰۃ کی فرضیت کا فتویٰ دیا گیا۔

(۵) حدیث مسقرۃ (میں کی تفصیل پہلے گندہ لگی ہے) میں، امیر سلف نے جو مساک، اختیار کیا تھا اس کے پیش نظر مسکین نے یہ نئی امثل بنالیا کہ جب کوئی غیر فقیر راوی کسی ایسی حدیث کی روایت کرے جو قیاس سے متعارض ہو تو وہ واجب اصل نہ ہوگی مگر انہیں راہنہین اصول نے حدیث قسّمہ کے جو فوائد قیاس میں ہے اور غیر فقیر راوی کی روایت بھی واجب اصل بنا اور فتویٰ دیا کہ نماز میں پادار بند چٹنے سے نماز ٹوٹنے کے ساتھ ساتھ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ حالانکہ وضو اور قسّمہ کا کوئی تعلق مسنویٰ آپ تک نہ رہا قیاس میں نہیں آسکا۔ اسی طرح اقلاد معلوم کے بارے میں بھی یہ اصول ہر پشت ڈل دیا گیا۔ اقل ہر سنگر جب کھانا اپنا روزہ کو توڑ دیتے ہیں تو پہلے بھول کر کھانا کھا لیتے یا عمدہ ہر حال روزہ ٹوٹ جاتا چاہئے لیکن اس کھانے کو انہوں نے ایک ایسی حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا جو فوائد قیاس میں ہے اور غیر فقیر راوی کی روایت بھی۔

صاحب فکر کے لئے یہ چند اشارات کافی ہیں، ورنہ اس کے شواہد بیشمار ہیں جو بتاتے ہیں کہ ان اصولوں کی حقیقت کیا ہے اور لوہان کے حامیوں نے کس طرح ان کی ٹٹان و ردی کی ہے۔ پھر جب اس خلاف ورزی پر اعتراض کیا گیا تو اس کا جواب انہوں نے جن مختلف انداز میں دے دیوں کے ساتھ دیا ہے ان کی دہستان بھی ہر ناظران کی نگاہوں میں دکھ سکتا ہے۔

مشد کی اصل حقیقت: لکن بے نقاب ہو سکتی ہے اگر تم صرف ایک ہی قاعدہ کے متعلق علما متحققین کی تصریحات دیکھ لو وہ فرماتے ہیں کہ شرط نقاہت والے اصول میں دو مذہب ہیں ایک تو صحنی بنائیں کا ہے جن کے نزدیک غیر ختمہ راوی کی بعایت منابطہ اور مبادل ہونے کے باوجود نقاہت قیاس ہوئے کی صورت میں نہ صاحب العمل ہے اور اگر مسافر بن گئے اسی رائے کو ختمہ دیا ہے دو مسلک مذہب امام کریم کا ہے جن کے نزدیک خبر واحد کے قیاس پر مقدم ہونے کے لئے دعائیہ ہونا شرط نہیں۔ حدیث ہر حال قیاس کے مقابل میں واجب الاتباع ہے بہت سے علماء نے اسی دوسری رائے کو مانا ہے۔ چنانچہ وہ صاحب مغلطوں میں فرماتے ہیں کہ

”جو قول بہ قول نقل اور اسے اس سے منقول نہیں۔ اس سے

تو یہ مغضول ہے کہ غرضاً وہ قیاس پر مقدم ہو چکی کہ تم نہیں دیکھتے کہ
انہوں نے بھول کر کہہ دیے ہیں وہ وہ دھڑلے کے متعلق حضرت پر ہر یہ
کی سوا یہ کہ وہ واجب اصل تسلیم کیا ہے حالانکہ وہ بہت قیاس کا نفاذ
تھی یہاں تک کہ نام پر مفید نے عرض کیا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ
قیاس کو اختیار کرنا ۵

خود ان "ناظرین کا اکثر تحریحات میں مختلف ہونا اور ایک دوسرے
پر احترام کرنا ہمارے خیال کی ایک ناقابل تردید شہادت ہے۔
(۱۳) ایک منطقی اور سچے سچے کا اذکار فرمادی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ
فقہ ہست کے لحاظ سے بعض دیگر وہ ہیں، ایک اہل الظاہر دوسرے اہل الباطن
اور بعض بھی قیاس اور اعتبار سے کام لے رہے ہیں البتہ میں سے ہے حالانکہ
حقیقت سے یہ اتنا ہی بے خبر ہے کہ غرضاً قیاس کا مفہوم نہ تو اس عقل و فہم کے چکر چکے
گئی حامل اس صنعت سے عاری نہیں نہ اس کے کا مطلب وہ سننے بعض ہے جس کا رشتہ
شفت سے منقطع ہو کر نہ ہو ہی گئے کوئی متبع اسلام فقہاء نہیں کر سکتا۔ اور
نہ اس کے مقصود قیاس و استنباط کی قسمت سب کے کو کو نام نہ تو اس کے حق
ہوگا۔ ہم سائنس کا بھی ہر متناقض بل کہتے ہیں شمار نہیں، حالانکہ وہ قیاس سے بھی
کا کہتے ہیں، اور مسائل کا استنباط بھی کہتے ہیں۔ وہی اصولی اس کے کہ مفہوم
ان تمام سے جدا گانہ ہے۔ اہل الرائے کہتے ہیں، ان لوگوں کو جنہوں نے جمود

مسلمین کے مسفق علیہما مسائل کے بعد فروعی اور اخلاقی مسائل میں کسی اہم کے
اقوال و اقوال کو سامنے رکھ کر تخریج و تنبیہ کر لیا گیا اور روایات و مسائل
کے ختی سے تکرار ہے یہاں جو راہیں اور قیاس کی مدد سے جُزئیات نکلتے گئے
وہ مسائل کے وقت خصوصاً آثار و سکن کی طرف ملاحظہ کرنے کے کیئے
زیادہ تر یہ دیکھتے ہیں کہ یہ کون فقہا کے ٹھکانے کہئے ہوں میں سے کس سے حکمت
آئی ہے اس کے اثبات و نظر کیا ہیں کسی مسئلہ کی حکمت اس میں ہونی چاہی ہے
ان کے مقصد میں ظاہر و دہلک چہ جو حق سے کام لیتے ہیں اور یہاں
صحاح یا اذوال تابعین سے جیسے اہم راویان ابن زعمان و ابن عمرو کے
درمیان تحقیق الی سنہ کا گروہ ہے جیسے اہم احمد و اہم اسحاق
یہ بحث اگرچہ اس شخص کے مطالعہ کے ساتھ عمر ابن خطاب سے خارج
نہی ممکن اس کے بارہ و نہ ہی فرقہ آراء میں کوئی موجد و غفیر و معتقد ال
سے عام ہے خبری کو نہ سمجھ کر میں نے فری کج کر کے اس واسطہ سے غلط ہو چکا ہوں
میں تم کو گھبراہٹ ہے اس کو ازراہ و ضرر و تعصب کی انہوں سے فہم
کر رہا ہے لو کہ یہ سے ہنر و دل پسند اور حق تعالیٰ کے لئے
یہی کافی ہے، تعصب کے لئے کہ میں کوئی نہیں وَرَبَّنَا اَلْزَحْزَحْ
الْمُتَعَبِّاتُ عَلٰی مَا يَصِفُوْنَ ۝

اسلام کا فلسفہ عمران

انسان اس لحاظ سے حیوانات کا شریک حال ہے کہ اس کو بھی دوسرے جانوروں کی طرح غذا و رہائی کی پامست اور تسلسل کی سہولت اور گرمی سے بچنے کی "اور ایسے ہی دوسرے طبیعی امور کی حاجت ہے۔ شے تھانے ان تمام حاجات کو پورا کرنے کے اسباب و وسائل انسان اور حیوان دونوں کے لئے فراہم کر رکھے ہیں اور پھر وہ اللہ ہی ہے جو ہر ایک نوع حیوانی کو اس کی مخصوص نوعیت کے مطابق طبعی طور پر تمام کرتا ہے کہ کس طرح ان اسباب و وسائل سے کام لے کر اپنی حاجت پوری کرے شوق شدید کی کمی کو تمام کرتا ہے کہ وہ کس طرح بھروسے میں آجے کہ کس طرح شدید جائے کہ کس طرح جوش تیز کرے کس طرح پسنے والی نوع کے "خوف" کو ہے۔ اور کس طرح اپنی ٹھنکی و اعت کرے اسی طرح وہ چلنا اور تمام کرتا ہے کہ اپنی فہم کو موقع کرنے کے لئے کوئی چیز کس طرح کھائے

اپنی پیس کو رنج کرے کے لئے کیا چیز کس طرح چٹے، اپنی جان بچانے کے لئے نبی اور شکرے کے مقابلے میں کیا تدبیر کرے، اپنی نوح کو باقی رکھنے کے لئے نرا مادہ کس طرح ملیں، کیسے گھونسا نہاں چڑیا نہاں دینے اور سینے کا کام اور چڑا نہاں فراہم کرنے کا کام کیسے کرے، پھر سنگ ہل تودہ ان کو کس طرح پائیں اور کب تک چلنے پوسنے اور ان کی حفاظت کرنے کا فرض انجام دیں، اسی طور پر ہر نوح کے لئے ایک شریعت ہے، ایک طریقہ ہے جس کو فرما فرما اس نوح کے ایک شخص کے سینے میں بطریق اہم انداز دیا جاتا ہے اور یہی سائر انسان کے ساتھ بھی ہے کہ اس کے مقتصدانے فقر کے معنی اس کی ساخت معنائی گئی اور اس کی ماحولیت پر ہی کرنے کے لئے اسباب و وسائل فراہم کر دیئے گئے اور پھر اس کو سام کیا گیا کہ وہ کس طرح ان اسباب و وسائل سے کام لے کر اپنی ان ضرورتوں کو رٹ کرے۔

گزاسان کی زعمی خصوصیت یعنی اس کی مسابقت، اس کے اقتضا سے جس میں اس کے لئے ایسی دیکھی گئی ہیں جو دوسرے حیوانات کے لئے نہیں ہیں۔

ایک ایک اس کی ماحولیت محض طبعی حیاتی نہیں ہیں بلکہ وہ ان سے بالاتر چیزوں کی، جس میں اپنے اندر پاتا ہے، اس کو محض طبیعی و حیاتی مطلقاں مجربک ہیں، مشہور و غیر موسیٰ علی پر نہیں ابھارتے، بلکہ محض داعیت

بھی ہیں جو کسی ایسے نفع کی طلب یا کسی ایسے نقصان سے بچنے کی کوشش پر ابھاسکتے ہیں جس کا نقصان حاصل کرتی ہے نہ کہ حیوانی طبیعت۔ مثلاً ایک صانع نظام تمدن، جتنا ہے، تکمیل اخلاق اور تہذیب نفس کی پیاس اپنے اندر محسوس کرتا ہے، اور دوسرے مغفرتوں کا تصور کرتا ہے اور ان کے لئے قریب کے نقصانات گوارا کرتا ہے، عید نقصانات کا واراک کر رہا ہے اور اس سے بچنے کی خاطر فوجی فائدوں اور مغفرتوں کو قربان کر دیتا ہے، غرت اور خوف اور جمل اور خیر و غیر و فتنہ اور کئے متعلق نظریات قائم کرتا ہے اور ان کی طلب میں سعی کرتا ہے۔

دوسرے جو کہ اس کی فطرت جبروت کی طرح محض اپنی مہابت پر سعی کرنے اور ان کے لئے سبب و وسائل سے کام لینے ہی پر توجہ نہیں کرتی بلکہ ہر چیز میں طاقت اور حسن و خوبی کی طلب ہوتی ہے، اور اس کے بھی کسی خاص مرتبہ کو پہنچ کر غصہ جانے پر راضی نہیں ہوتی بلکہ ہر مرتبہ کے بعد کمال ڈرتے کے لئے بے چین رہتی ہے۔ مثال کے طور پر حیوانی حاجت محض غذا ہے تاکہ بھوک رفع ہو، اور زندگی برقرار رہے۔ مگر انسانی فطرت اس کے ساتھ لذت کا مہو ہیں اور طلب ذوق و نظر بھی، ملتی ہے۔ پھر تنوع کے لئے بے قرار ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ صرف ہنس نہیں بلکہ ہنس ہنسنے کے بعد بھی بے چین ہوتا ہے اور صرف منف مقابلی نہیں بلکہ اس کا میں و میں فرد حاصل کرنا چاہتی ہے۔

جیسے یہ کہ میں طرح انسانی حاجات کی نوعیت حیوانی حاجات کی نوعیت سے مختلف ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی کیفیت بھی انسانی کے لیے الہام سے مختلف ہے جو حیوانات پر ہوتا ہے حیوانات کے لیے بخلاف نوع انسانی کے سب افراد پر سب حاجتوں کے بارے میں یکساں الہام نہیں ہوتا کہ مختلف قسم کی حاجتوں کے مختلف اوقات میں مختلف تہابیتوں کے وقتوں پر مختلف طرز کے الہامات ہوتے ہیں جن سے وہ سے کہ انسان مفید تر اور عمل کے طریقے سے استغفار کا حکم سے بعض منہاجت سے سے بعض انسانوں کے سینے میں گھنٹیں ہی نہیں، اور بعض کے ہونے میں گھنٹیں ہیں۔ پھر جو حاجات حاجت سے انسانوں کے سینے میں گھنٹیں ہیں ان کو پورا کرنے کا وقت یا سبب فرق ہے۔ مثلاً کو الہام نہیں ہو جاتا، بلکہ کسی ایک پر الہام ہوتا ہے اور پھر دوسرے انسان اس سے وہ طریقہ اخذ کرتے ہیں۔ میں انسانی زندگی میں نئی نئی حاجتوں کا اضافہ ہوتا ہے ان کو پورا کرنے کے طریقے نکلتے ہیں، اور پھر کچھ طریقوں سے بہتر طریقے نکلتے ہیں، مثلاً، مثلاً یہی تین خصوصیات وہ اصل انسانی تمدن کی پیشکش، اور اس کے اختلاف و تنوع اور اس کے نشوونما و ارتقاء کی بنیاد ہیں، اب اگر وہ خود سے کچھ جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان جنہوں خصوصیت کی بنا پر تقدیر الہامی وہ اصل سے انسان کے استغفار اور الہام انہی کی رہنمائی کے دو درجے ہیں۔

پہلا درجہ وہ ہے جس کو اجتماعی زندگی اور حریت کا بنیادی لوحِ پنجہ
 کہنا چاہئے۔ اس کے بڑے بڑے ارکان ہیں، اداخانے مافی الضمیر کے لئے
 زبان کا استعمال۔ کائنات، اسلو اور تہذیب کی صنعت اور لائق کا استعمال۔
 ردِ وقت، غلبائی اور گپاشی وغیرہ۔ کھانے کی صنعت۔ لباس کی صنعت
 مساکین کی صنعت۔ جانوروں کو سحرنا انسان سے مختلف کام پسند
 عورت اور مرد کے درمیان مستقل تعلق جو منزلی زندگی کی بنیاد پر مختلف
 صحاحات و ضروریات کے لئے فسان اور انسان کے درمیان اجناس یا
 اسول یا محنت وغیرہ کا تبادلہ۔ قیام امن اور حفظ معاملات کے لئے قانون
 اور فصل خصوصیات کی ضرورت، حفظ صحت اور نفسانے حیات کے لئے دوا
 اور علاج۔ دیکھی معاملات کا نظم قائم کرنے، دیرپائی محول کی ملافت کرنے
 کے لئے ایک ریاست کا قیام۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو، غارت تمدن سے کسی نہ
 کسی صورت اور کسی نہ کسی ترتیب میں انسانی اجتماعات کی جزو الاینفک ہیں
 اور اس وجہ سے کسی نہ کسی مرتبے کے الہامات انسان پر ہمیشہ ہوتے رہے
 ہیں اس کی رہنمائی سے انسان فائدہ اٹھاتا رہا ہے اور اٹھاتا رہے۔

دوسرا درجہ اس سے باہر ہے اور اس کو تمدن کی صورتِ فنی کہنا
 چاہئے جس میں کس کا کس کا قیام نمودار ہوتا ہے۔ اس درجہ میں اس ذوق
 محافت اور اس طلبِ منقولات اور تجرئے کمال کا ظہور ہوتا ہے جسے

جہنے خصوصیات انسانی میں شمار کیا ہے۔ یہاں انسان اپنے معیارِ مطلق اور اپنے اور ہر معقولات اور اپنے تصورات کمال کے مطابق کہنے چاہئے اور نہ کہ اپنے، اٹھے چلنے، اٹھنے چلنے کے مختلف آداب اختیار کرتا ہے۔ اپنے باپ، اور اپنے سکون اور اپنے اسباب زندگی اور اپنے بتاؤ میں شائستگی، ہدایت اور تربیت کے کچھ اصول معین کرتا ہے۔ اپنے تمدنی مساوات کو خواہ وہ تدبیر منزل سے تعلق رکھنے ہوں، یکساں معاش سے یہ سیاست مدن سے یا فصل خصوصیات سے متعلق ہوں، بہتر طریقہ پر سرانجام دینے کے لئے کچھ اخلاقی اصول وضع کرتا ہے۔ اور ان اصولوں کے مطابق ضابطے اور قوانین اور اطوار بتا کر کام کرتا ہے جس دور میں وہ جسم کے اہام انسان کو دور مستوں کی طرف چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک اہام شیطانی، ہواشخاص اور جانوروں کو خود غرضی نفس پرستی، بیش پسندی، لذت طلبی، تنگ نظری، منفعت خواہی (جس کا حصہ ظلم، شقاوت اور بے اعتدالی کی طرف راغب کرتا ہے۔ اعانت کے معیار، معقولات کے دوراک اور کمال کے تصورات کو غلط و ستر ہر ڈال دیتا ہے۔ تمدن کی صورت نوعی میں خاموشی، یک رنگی، گرجانی فساد اور جہانگاہی پیدا کرتا ہے۔

دوسرا اہم رہائی جو لطافت کا صحیح معیار، معقولات کا سلیم انداز
اور کمال کا انجیٹو فطری تصور دیتا ہے اور اسی کے مطابق شائستگی،
ظہارت، زینت اور حسن تدبیر و حسن معاشرت کے آداب و اطوار
معیّن کرتا ہے۔

ان مبادی کو ذہن نشین کرنے کے بعد آگے بڑھ کر انسان اپنی جس
فطرت کی بنیاد پر تمام انواع حیوانی سے ممتاز ہے وہ انتفاع کے پہلے درجے
پر قائم نہیں رہتی بلکہ بالارادہ و باخلا ارادہ دوسرے درجے کی طرف پیش قدمی
کرتی ہے۔ شائستگی کی کوئی نہ کوئی صورت، کمال کا کوئی نہ کوئی منتہا،
اور حسن کا کوئی نہ کوئی معیار ضرور ایسا ہی ہوتا ہے جس کی وہ فریفتہ ہوتی
ہے اور اس کے لئے ناممکن ہوتا ہے کہ اس میدان درخت سے اپنے آپ
کو خالی کرے۔ اسی درجہ میں انسانی جماعتوں کو اس امر کی ضرورت پیش آتی
ہے کہ کوئی حکیم بن کی رہائی کہے جو ان کی حاجت کو سمجھتا ہو اور اس حاجت
کو پورا کرنے کا طریقہ ان کو بتاے یہ رہنمائی کرنے والے حکماء و قسّم کے
ہوتے ہیں۔ ایک وجہ یہی تھی اور قوت فہم و ادراک سے حکمت کا استنباط
کرتے ہیں۔ دوسرے درجہ میں آتی زیر دست قوت ملکیہ ہوتی ہے
کہ وہ رہبر و راست راہی سے علم و حکمت حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا گر وہ
پہلے گروا سے، فہم سے، اس کی رہنمائی زیادہ قابل وثوق ہے۔ اور
لئے انہماک و محنت و تلافی

اسی کی ہدایت سے انسان اپنی فطرت کے مقتضی کو زیادہ صحیح اور مکمل طور پر پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ پہلے کروہ کے کام میں حکمت کے ساتھ جہل اور شیطنی وسوسوں کی آمیزش بھی ہو سکتی ہے اور ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اعتدال تک نہیں پہنچ سکتے۔

پھر متفلسف کا خیر جن تمدنی صورتوں اور طوطیوں میں ہوتا ہے ان کے اندر مفاسد محسوس ہوتے ہیں اور ان مفاسد کے ٹھکے کا راستہ اس طرح نکلتا ہے کہ ایک طرف جماعت کی رہنمائی و سیادت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں رہتی ہے جنہوں نے عقل نگاہ سے بہرہ نہیں پایا ہے اور یہ لوگ عیسائی، شہرئی یا مشیختانی اعمال اختیار کر کے جماعت میں ان کو رواج دیتے ہیں اور دوسری طرف جماعت میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو ان زمینوں کی پیروی کرتے ہیں۔ ان مفاسد سے تمدن کو پاک کرنے کے لئے بھی ایک طاقت و شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے جسے فیہی تائید حاصل ہو اور بوسلیمت کلیتہاً کی توفیق بھی ہو اور وہ ان ہی تہا کہ زندگی کے باطل طور طریقوں کو ایسی غیر مسلمی تدبیروں سے حق کی طرف پھیر دے جو بھڑ تائید فیہی کے آئی سے ہی نہیں آتیں۔

انبیاء علیہم السلام کی ہمت کا مقصد یہی ہے کہ لوگوں کو خدا کی بندگی و عبادت سکھانے کے ساتھ ان کو صحیح طور پر دنیا میں کام کرنے کے اصول

۱۔ بندہ ہمیشہ بن جائے اور نہ غیر متدنی خوشی بن کر رہے خوشحالی ایک لحاظ سے اچھی چیز ہے کیونکہ اس سے اخلاق میں راستگی اور مزاج میں درستگی پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان کی ان صفات کو نکال کر جسے کامرغ قہ ہے جو انسان اور حیوان میں ماہر الامتسیا ہیں۔ دوسرے لحاظ سے خوشحالی بری چیز بھی ہے کیونکہ وہ انسان کو دنیا کے دشتوں میں پھنس کر خدا سے غافل اور غفلت سے بے پروا بنا دیتی ہے ان متضاد کیفیات کے درمیان توسط و اعتدال کی صحیح صورت صرف یہی ہو سکتی ہے کہ انسان کو اسباب دنیوی سے منع، ٹھکانے کا پورا موقع دیا جائے مگر اس انتفاع کی بنیاد نفس پرستی پر نہیں بلکہ خدا پرستی پر ہو اور دنیوی کاروبار کے دوران میں بار بار خدا کو یاد دہا دہائے، اور ایسے آداب اور ضوابط متفرک کر دیئے جائیں کہ انتفاع اپنی حد سے گدرد کر ظلم اور فساد نہ بننے پائے۔

تمدنی معاملات میں انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کی زندگی کے حوصلہ نفس پر تفرک نہ کئے سکھانے اور پیچھے میں انہماک اور مکان میں رعیت و رعایا میں ان کے رنگ و ڈھنگ یک ہیں! دینی زندگی اور خاندانی روابط میں وہ کس فاعداں پہنچتے ہیں! عزیز و نزدیک و دور و سرے معاملات میں اس کے درمیان کس قسم کے طریقے رائج ہیں! جہانم کی روک تھام و نزاعات کے تعصبات میں اس کے قوانین کیسے ہیں! اسی طرح زندگی

کے دوسرے تمام پسندوں پر بھی نظر ڈال کر دیکھا جانے کہ جو طریقے لوگوں میں رائج ہیں ان میں سے کون سی چیزیں مصیحت کی کے مطابق ہیں۔ اور کون اس کے خلاف؟ جو چیزیں اس مصلحت کے مطابق ہیں ان کو مٹانے یا کسی دوسری چیز سے بدلنے کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ انبیاء کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی طرف شوق اور رغبت دلاتے ہیں ان پر قائم رہنے کی تاکید کرتے ہیں، اور ان کی حکمت و مصلحت سمجھاتے ہیں۔ اور جو چیزیں مصیحت لگی کے خلاف ہوں اور ان کو مٹا دینے یا بدل دینے کی ضرورت ہو، مثلاً بعض خصلتوں کے لئے موجب نقص و راحت اور بعض کے لئے موجب نقصان و اذیت ہوں، یا جن کی وجہ سے انسان لذات و تہوی میں مہلک ہو کر عیش کا بندہ بن جاتا ہو، یا جو آدمی کو طریقی انسان سے ہٹ دینے والی ہوں، یا جو انسان کو جھوٹی تسلی دے کر دنیا اور آخرت کی مصیحت کے لئے عمل کرنے سے غافل کر دیتی ہوں۔ یہی چیزوں کے باب میں انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ انسان کو و نصیحت ایسی مصاحبات کی طرف نہیں پھیر دیتے جن سے وہ یا کل انوس نہ ہوں، بلکہ حتی الامکان انہیں ایسے طریقوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کے تعارف ان کے درمیان چیلے سے پائے جاتے ہوں۔ اسی بنا پر انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں اختلاف رہا ہے حالانکہ دین ان سب کا ایک تھا۔

باش انخروگ اس راہ کو جانتے ہیں کہ نوح اور شلاق اور معاملات اور زینت اور لباس اور قضا اور حدود اور تقسیم غنائم کے باب میں شریعت نے بالکل نوحے طریقے ایسی دہییں کئے ہیں کہ لوگ پہلے ان کو بالکل نہ جانتے ہوں، بلکہ اس طریقوں کو باقی رکھا ہے جو پہلے سے رائج تھے اور صرف ان اجزاء کو بدلا یا مٹایا ہے جو مذموم تھے۔ خون کے بدلے میں دیت کا طریقہ پہلے سے رائج تھا، خراج، عشر اور جریرہ سے پہلے بھی دنیا آشتی تھی۔ زانی کو رجم دینا اور سارق کا اتھ کاٹنے اور جان کے بدلے جان لینے کا قانون پہلے سے موجود تھا، شریعت محمدیہ نے ان چیزوں کو برقرار رکھا، اور صرف ان کو منضبط کر دیا، مال غنیمت میں بیس توں کا حصہ پہلے سے مقرر تھا، شریعت محمدی نے اس میں تھوڑی ترمیم کو کے پانچواں حصہ مسکین کو دیا، البتہ جو چیزیں بالکل ہی غلط تھیں، ان کو قطعاً حرام کر دیا، مشروبات اور بھیلوں کا عیب و صواب ظاہر ہونے سے پہلے ان کو روخت کرنا، سب میں اگر تم زیادہ متق سے کام لوگ تو تکبر سے کہ انبیاء علیہم السلام نے عبادت میں بھی جدت طرزی سے کام نہیں لیا، بلکہ زیادہ تر عبادت کے وہی طریقے اپنی رکھے ہیں، جن سے لوگ پہلے سے رہے تھے، البتہ ان میں بھی اصلاح کر دی کہ جاہلیت کی تحریفات اور سبہ اعتدالیوں کا جو ذرا انکسار منضبط کر دیئے، ارکان میں بقاعدگی پیدا کر دی، اور بدعت کی مصورت کو صرف

اللہ کے لئے مخصوص کر دیا۔

رومیوں اور عیسویوں کو جب مخالفت ملی اور ایک حویل دولت تک
 وہ اس منصب پر سرفراز رہے تو مذمت دنیا میں اُٹھ ہو کر رہ گئے، اور شیطان
 ان پر ایسا مسلط ہوا کہ زیادہ سے زیادہ اسباب ہمیش فراہم کرنا، اور
 ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنی خوشحالی کی نمائش کرنا، ان کی زندگی کا مقصد
 قرار پانے لگا۔ عقل و حکمت کا استعمال بھی ان کے ہاں پس پی تھا کو کما حقہ اطلاع
 کے و تحقیق سے تحقیق مسائل تلاش کئے جائیں اور پھر ان سے لطف اٹھانے
 کے عجیب عجیب طریقے نکالے جائیں۔ ان کے روزگار اپنی شان و ریاست کے
 نگہاں ہیں جس طرح دولت صرف کرتے تھے اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا
 ہے کہ جس شخص کا شمار رومیوں میں ہوتا ہو اس کے لئے دو ہاتھ درہم سے کم
 قیمت کا تاج پہننا عاد کی بات تھی۔ اس کے لئے ہنوز ہی تھا کہ ایک عایتنا
 محل میں رہے۔ جس کے ساتھ آئین اور جام و تر باغ بھی ہوں، انھوں
 کی ایک فوج اس کی خدمت میں اور قیمتی گھوڑوں کی ایک کثیر تعداد اس کے
 اصطل میں ہو، اس کا دسترخوان نہایت وسیع ہو اور بہتر سے بہتر
 لاکھ نے اس کے مطبخ میں ہر وقت تیار رہیں ان چیزوں کی تفصیلات تمام
 سامنے ہیں کرنے کی حاجت نہیں کہ اپنے عہد کے املا و رسا کی زندگی
 میں تم خود ہی رنگ دیکھ رہے ہو۔ غرض یہ کہ یہی چیزیں ان کے صوبی

مہاش میں گھس گھس اور ایسی جھیں کہ دلوں سے ان کا ٹھکانا بھل ہو گیا یہ ایک
 بیہوشی تھی جو ان کے تمدن کی نگہیں تر گئی اس کے افواہ بازاروں
 اور رنگون تک پھیل گئے۔ مزدور اور کسان تک ان سے نہ بچ سکے۔ اس نے
 چند حصوں میں پیش و عشرت کے سامان جمع کرنے کے لئے ملکوں اور گھروں
 کی بے شمار مخلوق کو معائنہ میں مبتلا کر دیا، اس لئے کہ یہ سامان جمع نہ ہو
 سکتے تھے۔ جب تک کہ ان کے لئے پانی کی طرح روپیہ نہ بھایا جائے اور
 اتنی کثیر دولت فراہم کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی۔ کتا جوروں
 اور کاشتکاروں اور دوسرے محنت کش مخلوق پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس
 لگائے جائیں پھر ان ٹیکسوں کی زیادتی کے سبب سے ٹنگ کر یہ غریب
 بچتے رہ رہ کر دینے سے انکار کریں تو ان کو فوجوں سے پامال کر لیا جائے، اور اگر
 طاقت سے ڈر کر وہ طاقت میں سر جھکا دیں تو ان کو گدھوں اور سیلوں کی
 طرح محنت میں جوت دیا جائے تاکہ وہ رات دن دھیسوں کے لئے دولت
 پیدا کرنے میں لگے رہیں۔ ان کو دم لینے تک کی فرصت نہ ملے کہ خود اپنی سوا
 دین و آخرت کے لئے جو کچھ کر سکیں، اسی کا تہ تیغ کرنا ہوں کہ ڈروں کی
 انہوشی میں شعل ہی کے کوئی ایسا شخص ملتا تھا جس کی تہا دیں ہیں وہ افسوس
 کوئی ہیئت جو دوڑے بڑے کام جن پر اظہارِ غم کی بنا دنا نام ہے اور تہ
 انسانی تلاح و ترقی کا مدار ہے قریب قریب سب بھگتے تھے جو کچھ زیادہ تر

باقی صنعتوں میں لگ جاتے تھے جو روس کے لئے لازم ہمیش پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں، یا پھر مین فزین اور ان پیشوں کو اختیار کرتے تھے جن سے رئیسوں کو عموماً دلچسپی ہو ا کرتی ہے، اس لئے کہ ان کے بغیر کوئی شخص روس کے اس درخور حاصل نہ کر سکتا تھا اور روس کے اس درخور حاصل کرنے کے سوا خوشحالی کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ ایک بھی خاصی حالت شامل نہ ہو، مسخروں، نقاروں، گویوں، مساجیروں، شکاریوں اور سی طرح کے لوگوں کی پیدا ہو گئی تھی جو درباروں سے وابستہ رہتی تھی، اور ان کے ساتھ ان کے والدین تھے، یہی تو وہ حقیقت ہیں دیندار نہ تھے بلکہ کسب معاش کے لئے دین کا پیشہ کرتے تھے تاکہ اپنے زہد کی نمائش سے اپنے شیعوں سے، یا اپنے گرو وغیرہ سے کچھ کمائیں۔ اس طرح یہ عرض ان ملک میں منافی جماعت کو دیر سے سے کرنا چھٹن کی طرح کھا گیا تھا۔ اس نے ہوری ہوری قوموں کے اخلاق کو ادنیٰ کیے تھے۔ اور ان کے اندر وہ خصلتیں چھپت کر دی تھیں، اس کی بدولت ان کی سرزمین میں اتنی صلاحیت ہی نہ رہی تھی کہ خود پرستی، اور مظاہم اخلاق کو بچ اس کے اندر جذبہ کر سکے، اس مرض کی حقیقت اجماع نہ نہ کر کہ تم کو ناچا ہوا کسی ایسی قوم کا تصور کرو جس میں اس نوع کی نفرت و ریاست نہ ہو، جہاں کھانے اور لباس میں مبالغہ نہ کیا جاتا ہو، جہاں ہر شخص اپنی مزدوریات کے لئے خود کو کافی کام کر لیتا ہو، اس کی پیٹھ

پرائیکسوں کا بحاری بوجھ لدا ہوا نہ جو مایوسی جگہ لوگوں کو دین و قلب کے احمد پر تہ پر کرنے اور تہذیب انسانی کو ترقی دینے کے لئے کھائی فراغت اور ضمانت نصیب ہو گی۔ اس کے مقابلے میں ن لوگوں کی حالت کا تصور کر دین پر اس نوع کی خدمت و راست سوار ہو گئی مگر اس نے اپنے خدم و حشم سمیت ملک پر مست ہو کر اپنی خدمت میں نے کے سوا بندگان خدا کو کسی اور کام کے قابل نہ رکھا ہو۔

جب روم و عجم کے ممالک پر یہی بیت حد سے زیادہ بڑھ گئی اور مرض اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو اللہ کا غضب بھڑک اٹھا اور اس نے اس مرض کا علاج کرنے کے لئے فیصلہ کر دیا کہ مرض کی جڑ کاٹ ڈالی جائے۔ چنانچہ اس نے ایک نبی انکی کو مبعوث کیا جو میرا اور عجمیوں کے عقائد نہ تھا اور جس تک جن کی عادات و فطرت کا کوئی اثر نہ پہنچتا تھا۔ اس کو صلیب اور صلیب اور غائب میں آباد کرنے والی مریض بنادیا۔ اس کی زبان سے نبی اور رومی کا دایہ حق کی خدمت کرنی۔ حیات دیا میں سے تفرق اور لذت دہری میں ابھاک کو مود و دشمنی را علمی پیش پرستی کے۔ امن میں سے ایک ایک کو بھگن چن کر مراد کیا۔ مشہرہ سونے اور چاندی سے برتن سونے

اور جواب کے : پور بیتی کپڑے بٹرا، تصاویر اور مجسمے وغیرہ ایک م
 فرض ہے کہ اللہ نے اس نبیؐ کو سلاطین و مسلم کی سرداری سے ہمہ
 ہمسہ کی رو سے اس کی استیصال کر دیا اور اعلان کر دیا کہ ہند
 سرزمین کے تصرف اور سلطنت دھوکہ قیصر و فلا قیصر
 ہند کا ہے۔

۱۶ تاریخ معیشت : اور تمدن کا وہ تمام گروہیں جنہاں اس کی
 زمین کو تنگ کرنے والی ہیں اس لائق بہتر کے قریب سے شادی
 لیو۔ خون کے پڑے لیسنے کا جائزہ طریقہ جس کی بنا پر ایک شخص
 کے فضل کی بدولت دوسرا دونوں میں پسندوں تک بدولت چلتی
 تھی بھگت بند کرو یا گیا یہ سب بدولت میں روسا قوم اپنے حسب
 مشابہتیں طرح چاہتے تھے فیصلہ کرتے تھے اس کے لئے ایک مضبوط
 بنا دیا گیا۔ سوچیں کہ بدولت ایک شخص کچھ روپیہ دے کر بدولت کے دھرم
 کے تعمیر جس کے چاہا۔ تصاویر وہ سب شخص کی زندگی تنگ ہو جاتی
 تھی۔ ہر گروہ کو یہ خیال رہا کہ وہ تمام طریقے جن سے ایک فرقہ کا
 قدر اور رتبہ کا نقصان ہو مصنوعی طور پر بنے۔ جسے کی ساری
 تمام گروہ کر دی تھی۔ کہ ہر سب متعلق کے طریقے بناتے ہیں۔

معارف اور تعلیم کے لئے ہر گروہ کو ہمت

اسلامی قانونِ معیشت

اس کی رُوح اور اس کے اصول

جب کسی جگہ ان کی کثیر تعداد سکونت پذیر ہو تو دوسرے
 تمدنی معاہدات کے ساتھ ان کے سماشی امور کی تنظیم بھی ضروری ہوتی
 ہے اور یہ دیکھنا حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ سماشی رجحانات غیر متوازن
 اور مناسب نہ ہونے پائیں۔ ورنہ اگر باشندوں کی اکثریت مشرق
 صنعت و حرفت اور ملکی نظم و نسق میں مشغول ہو جائے اور جانوروں
 کی پرورش، قدرتی کاشت اور اشیائے خوردنی کی فراہمی محض چند
 لوگوں تک محدود رہ جائے تو ان کی ذمہ داری زندگی دو بھر ہو جائے گی۔
 اسی طرح اگر کچھ لوگوں نے کسب معاش کے لئے شراب کشید کرنے
 اور بت تراشی کا مشغلہ اختیار کر لیا تو عوام الناس میں خواہ مخواہ ان اشیاء

کے معوقہ عام مناسبہ عمل کر رہے تھے اور ان کی اخلاقی زندگی بڑا بچہ بننے سے نہ بچ سیکے تھی لیکن اگر حکومت لوگوں کو اس طرح بے راہ رو نہ ہونے دے اور تمدن کی پیروی اور ملکی معیشت کے مسائل کی پوری نگہداشت کر کے چشموں اور حصول ذائقہ کے ذرائع کو لوگوں پر توازن کے ساتھ تقسیم کر دے اور انہیں غیر مفید اور باہانہ وسائل معاش اختیار کرنے سے روک دے تو جمہور کی زندگی نہایت آسائش اور سکون کے ساتھ گزرے گی۔

کچھ فسادات سے زیادہ تر افراد کی نفس پرستیوں کا وہیں منت ہو کر آئے وہ زندگی کی سب سے زیادہ حقیقی محذوریات سے گذر کر دنیا کی رنگ ریلیوں کے شیدائی بن جاتے ہیں۔ حاملوگ ان کے ان نفسانی میلانات کو دیکھ کر اور انہی کو صنعتی بخشہ کاران کی شہوت نفس کی تسکین کے لئے طرغ طرح کے طریقے ایجاد کرتے اور اپنی مذہبی کاسمان میں کثرت میں یک گردہ ہو کر ان کو نفس دوسروں کی تعلیم دینے کے لئے تربیت گا۔ کچھ شبہ دوسرے رنگ بزرگ کے قیمتی خوش خوار متقاضی رہاں خاخرہ تیار کرتا ہے۔ تیسرا حسین و دلفریب زیورات کی صنعت اختیار کر لیتا ہے۔ چوتھے، اونچے اونچے خواب و صورت زیورات تعمیر کرنے میں منہمک ہو جاتا ہے۔ جب کسی بد قسمت منہمک کی فکریت میں وسائل معاش پر ایک پڑتی ہے

کہتے ہیں کہ بیکر بیکر ایک صانع نظام معیشت کی بنا ڈالی جو خالص مہل
فطرت پر مبنی تھا۔

معیشت کے نظری اصول و مبادی ان نظری اصول و مبادی میں پاسٹری
توڈین معیشت کی بنیاد رکھی گئی ہے حسب ذیل ہیں:-

(۱) اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو زمین پر پیدا کر کے ان کی روزی گاہ بنا

بھی اس زمین میں فراہم کیا، اور ان سب کے لئے زمین کے وسائل سے کتنا

مصدقہ کو خارج کر دیا۔ پھر جب ان کے درمیان خود غرض نہ مسا بقیت

(COMPETITION) اور ہائی تنافس (STRAIN) کا مسئلہ شروع

ہو اور زمین میں تنہا کو شش کر کے لگا کر دوسروں کو محروم کر کے خود زیادہ

سے زیادہ وسائل سماش پر قابض ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے اس مفسدہ عام کو

روک کر رکھنے کے لئے یہ حکم نازل فرمایا کہ جو شخص کسی جگہ پر پہلے قابض ہو جائے یا کسی

وسیئہ کتب رزق (MEANS OF LIVING) کو پہلے

حاصل کرے تو اس سے بغیر اللہ تعالیٰ کا حق ترس اس کو حاصل ہے اور دوسرا

شخص اس حق سے اس کو محروم نہیں کر سکتا، تو قسیدہ پیدا شخص بہادر

باجی رضامندی سے اس کو دینے پر آمادہ نہ ہو، اسی چیز کا نام خلیفیت ہے

اور اس کا اصل شخص صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے

عن احسنی رضا میستہ قذافی رحمہ اللہ جس شخص نے کسی مردہ زمین کو زبرد

کی وہی اس زمین کا انکس ہے۔

مردہ زمین سے ملاوے کا پرٹھی ہوئی زمین ہے۔ اور اس کو زندہ کرنے
سے مراد اسے کارآمد بنانا ہے۔

اس ایسا ذمہ کی قطعہ دی ہے جسے ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔
یعنی ہر شے بلکلک حقیقی تو خدا ہی ہے حقیقی ملکیت اس کے سوا کسی کو
نہیں پہنچی لیکن جب خدا نے اپنے بندوں کو اپنی اس ملکیت سے عام
انتفاع کی اجازت دے دی تو طبعا ان میں منافست اور منازعت پیدا
ہوئی۔ اس کے سوا سب کے لئے یہ حکم صادر کیا گیا کہ میں چیز ہر ایک شخص
پسندیدہ یا بغض جو وہ اس کی ملک سمجھی جائے گی۔ لہذا جب کوئی شخص کسی
فائدہ اور غیر مذکور زمین کو، جو آبادی کے احاطہ سے باہر ہو، سب سے پہلے
خود دوسروں کو کوئی نقصان پہنچانے بغیر یاد کرے یا قابل استعمال بنائے،
تو وہ اس زمین کا ملک نہ ہوتا ہے اور اس سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ
زمین ساری کی ساری درحقیقت مسجد یا سرائے کی حیثیت رکھتی ہے جو
مصلیوں اور مسافروں کے لئے وقف رہتی ہیں اور خاصے خدائی مسجد کے
استعمال میں نیز سارے مسافر سرائے کے استعمال میں صنوبر یا بکے شریک
درخت اور میں ایکس جو پہلے یا کسی کوسٹہ کو گھیر رہا ہے وہ اس خاص
جگہ کے استعمال کرنے کا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ مستحق ہوتا ہے

اور ملک کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک انسان کسی شے سے اختلاف کا حق دوسروں کی نسبت زیادہ رکھتا ہے۔

اس اصول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور اشارہ میں بوسہ میں لکھا ہے۔

عادی الامراض بندہ و رسولہ عادی الامراض اللہ ورس کے اصول کی ہے، پھر یہ حق ملکیت کہیں پرکھتا ہے۔

عادی الامراض اس نہیں کہ کچھ ہے جو کسی وقت میں کسی قوم یا فرد کے قبضہ اور ملک میں رہی ہو غراب اس کے ملک جاگہ ہر چکے ہوں اور کوئی حق کی ملکیت کا دعویٰ باقی نہ رہا ہو۔ اس صورت میں زمین پھر یعنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے یعنی دوبارہ مملکت میں جاتی ہے جیسی کہ امتداد میں تھی اور جبکہ کسی نہیں اس کی حکومت کے دائرہ اقتدار میں واقع ہو تو حکومت اس کی ملک ہو اور وہ اسے پھر حق و گون کو چاہے، مستمال کے لئے فاسق ہے۔

۲۔ دوسرے اصولی اصولی حیثیت یہ ہے کہ تمام تمدن ایسا ہو جس میں سب افراد جماعت حصہ لیں اور تضاد کریں اور ہر شخص ضرورتوں کے کوئی شخص تمدن کے کاروبار میں شریک نہ ہونے سے غامی رہے۔

۳۔ تیسری اصل یہ ہے کہ ہر چیز کی قدرت نے عام فائدے کے لئے بنائی

میں اور جس کو کہ تابع بنائے پس کسی خاص شخص یا گروہ کی محنت و قابلیت کا دخل نہیں ہے ان کو حتی الامکان اپنی اصل دینی، باحسب ماحول پر راتی بہ چٹنگہ بنی شخص کو اس سے دائرہ، اٹھانے، بھٹکانے اور گروہ میں سے کوئی چیز ایسی تو اس سے دائرہ، اٹھانا بغیر اس کے ممکن نہ ہوگا۔ اسے روکا جائے تو ایسی چیز کے لئے یہ خدا بننا چاہئے کہ ہر شخص کو جتنا روکے کی ضرورت ہو جس وہ اتنی ہی روکے، اور پھر دوسروں کے لئے چھوڑ دے۔ مقصد یہ ہے کہ عام فائدے کی چیزوں میں کسی گروہ سے پرستی کرنے کا اختیار نہ ہونا چاہئے۔ مثلاً ٹھاس اور چارہ و زرعی کی گزیاں قدرت کا ایک عام ہندسہ ہیں۔ ان کے پیدا ہونے میں کسی انسان کی محنت و کوشش کا دخل نہیں ہے، لہذا اس کو سب کے لئے عام ہونا چاہئے۔ کسی کو یہ حق نہ ہونا چاہئے کہ انہیں اپنے لئے مخصوص کرے، اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

”حقى لا ينفقه ووصولہ“ چرک گزیر کسی کی ملکیت نہیں وہ اللہ اور رسول کی ہیں۔

دوسرے جہانیت کا دستور تھا کہ دوزخ و عذرا و آب و بارگاہ میں کو اچھے بے قصور سے کر لینے تھے اور اس سے متفرع کی تمام کو اجازت نہیں دیتے تھے لیکن چرک یہ بات عوام کے حق میں سر اسر غلام اور غصب حق اور ان کے لئے ضرر اور نقص کی باعث تھی اس لئے شریعت عامہ نے

پر انھوں سے فحاشی ملکیت کا حق سرحد سے باہر کر دیا۔

ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے تنگ کی ایک کان جو شہرِ مدینہ میں تھی ایک شخص
امیر بن حمال کو دے دی لیکن جب آپ کو معلوم ہو کہ اس کان سے تنگ
بغیر کسی خاص محنت و مشقت اور بغیر کسی خاص انتہاء و نظام کے نکلتا ہے۔
تو آپ نے وہ اس سے واپس لے لی اور عام لوگوں کو اس سے استفادہ کا حق
دے دیا۔ اس نے جو بہت غیر محنت و مشقت کے قابل انتفاع مرا، اسے ایک
شخص کے لئے مخصوص کر لیا۔ یہ عوام کے حق میں محنت و عزت کا
باعث تھا۔

یہی حال بلی کا ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت سے کہ جنہو رنای مذہبی و جہاد
کے غریب واقعہ سے، کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیب
فرمایا تھا کہ میں شخص کا کھیت پہلے پڑے وہ پانی کو روک کر اپنے کھیت کو سیراب
کرے اور جب پانی ٹھنڈا ہو کر پہنچ جائے تو اسے چھوڑ دے تاکہ بعد کے
کھیت دار اپنی کاشت کو سیراب کر سکے۔ اسی طرح میرے بعد دیگرے سب
پانی پیٹتے جائیں کسی کو محض اپنے ہی لئے روک رکھنے کا اختیار نہیں رہا یہ
مشہور ہوا تھا چنانچہ کہانی جب بارگاہِ اہل چیز تھی تو آپ نے کہا کہ ایک
کو امتثالِ حق پہنچے دیا۔ ردِ امر سے تو بدتر ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ جب
کسی صاحبِ بزم میں ڈرون کے متفرق سداوی ہوں تو انتظامِ عام کے لئے

فردی ہے کہ اس سے استفادہ کرنے میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے۔ اور
 جس کا منہ پہلے آتے اسے پہلے استفادہ کی اجازت دی جائے اور جس کا
 منہ بعد میں آئے اسے بعد میں اور نہ باہمی غاصبت پیدا ہو کر گفت و گفتی کا باعث ہوگی۔
 ہم لوگوں کا معاشرتی تعاون کے ذریعہ اپنے دل اور رزق کی ترقی میں
 سعی کرنا تمدن کی بقہ اور فساد کے لئے نہایت ضروری ہے۔ مثلاً ایک شہر
 سے دوسرے شہر میں تجارت کرنا، سعی و کوشش کر کے لوگوں کا دل بکرا کر
 رائج وقت چوروں کو پہلے سے بہتر بنانا اپنی تربیت سے کوئی نئی چیز نکالنا
 یہ سب کچھ بل قدر کام میں جن پر بڑی حد تک لوگوں کی خوشحالی کا مدار ہے لیکن
 جب ترقی و عمل کے ایسے ذرائع اختیار کئے جائیں جو تعاون کی رو سے
 خالی ہوں تو اصولی فطرت کے لحاظ سے وہ باطل و ناجائز اور حکمت و تربیت کے
 حق میں سبقتی ہوں گے۔ جیسے قمار بازی اور شہہ بازی وغیرہ ایسی طبع
 کتابت و مذاق کے جن ذرائع میں تعاون کی ظاہری شکل تو موجود ہو مگر بہرین
 تعاون کی موت چھپی ہوئی ہو وہ بھی حکمت و تربیت کے خلاف ہیں مثلاً سودی
 کاروبار جس میں گریڈ سز قروض مساوی اپنی رضا مندی کا خفا کر رہے۔
 لیکن دراصل یہ رضا مندی زبردستی کی ہوتی ہے اور بے چارہ اپنے نفس کی
 خوشحالی سے گھور گرتے ہو کر اپنے لئے ایسی شرط کے التزام تو تسلیم کرتا ہے جسے
 وہ اکثر اوقات پورا بھی نہیں کر سکتا اگر کتابت و مذاق کے یہ طریقے تمدن کی بنیاد

کو کھوکھا کر دیتے ہیں اور یہیں سے وہ مہمن نہ پہنستی بیدار ہوتی ہے
جو لذت کی کلنوں اور برکتوں کا کھوکھلا کر دے جس پر وہ سر بیات تنگ
کر دیتی ہے۔

ہم ترین مفاد مستعدان کا لگی ضد اور ہیروانہری اصول و بنیاد میں ہیں پر
سوام کا سانچا قانون کبھی ہے ہر قدر ذریعہ معاش جو اصول کی رو سے
بے گناہین کا مخالف ہو حرام و منوش قرار دیا گیا ہے جبکہ قدرت کی
پے ر قہام ہی زوینہ فکر کی دست سے وہ دور و قافلہ مانعہ ٹھہرتی گئی ہیں
ان تمام میں سب سے بڑا وہ اصول ہے جس کی وہ قسم ہے جسے ہر ایک جانتا ہے۔
ابراہیم بنیاد پر جو کوئی رقی نہیں کیے تھے اس کے بعد اسے مثل وہی
لیکن اس کے بعد کہ وہاں اور وہ کو حرام کیا، کیونکہ میں تم کے لئے نہایت
سے دور ہو میں تم کی موت ہے اگرچہ ظاہر ہو بھی رقی کی حلیہ تراشی
ظہن کے محتاج ہے لیکن وہ حقیقت اس میں تراشی نہیں ہوتی سود پر
قرض لینے والا اپنی روزی سے بڑا ہو کہ دستگیر پر دستگیر ہے۔ وہ
وہاں نہیں ہو کہ سوئے کہ سو سوئے کہ برف اور بیت ہوا کہ گئے۔ اس
میں کے ہر روزی سے وہاں جن خطرات و زناشت گاہی باب کرت
ہیں ان سے ہر خاص و عام بھی بڑا ہے ہر ایک سے بڑا ہے ہر ایک سے
کہ بد وقت کوئی روزگار تک نہ ہو۔

ہاکی حزن شمار بھی تمدن کے لئے مسلک اصلاحات گر ہے۔ تعدد و تباہی
 ترغیبی دوزخ کی دوسرا اس میں منظور ہوتی ہے اور ان کے پہلے طبع، حرص
 خود غرضی، نہ پرستی، اہل اور قتل، باطل کے ذیلی عوالت، جو تمدن کے
 اصل محور و بنیاد بن کر گئے کے پسندیدہ اظہار و ضروری وسائل کو تباہ کر دیتے
 ہیں۔ اس کی ترقی نام کرتے ہیں اور ہر جھگڑے لڑائی اور قطع رحمی کے جو
 لازمی نتائج سرخ و جو میں آتے ہیں اس کے بیان کرنے کی تہیہ کو کافی بہت
 نہ ہوگی۔

کہ سب معاش کے لئے ان دوزخ چیزوں کا دور زوہا بھی طرح بند
 کر دیا گیا ہے حتیٰ نہیں ہیں کی جس صورتوں میں سود و باج، کا خیف و
 مشہد بھی موجود ہیں سے بھی حکماء و گاہیک ہے مشایخ و مریدین، بین و مخالف
 بین و مخالفین، بدوین و حضرات و میر و نیز خٹک و گجراتوں کی بین ترکھروں کے ساتھ

نہ دست، گاہیک و گجراتوں کو نہ ترکھروں کی، اس میں ہندو کے اس و تہا
 عداوتوں و خفا و کینہ کے عوض نہ دست کر

علیٰ علیٰ و اس کی شکل و تہا و ایک شخص کے ساتھ کوئی ترکھروں، اس و تہا، ترکھروں کے، تہا۔
 تہا و اس کی شکل و تہا و ایک شخص کے ساتھ کوئی ترکھروں، اس و تہا، ترکھروں کے، تہا۔
 تہا و اس کی شکل و تہا و ایک شخص کے ساتھ کوئی ترکھروں، اس و تہا، ترکھروں کے، تہا۔

تہا و اس کی شکل و تہا و ایک شخص کے ساتھ کوئی ترکھروں، اس و تہا، ترکھروں کے، تہا۔

اور مجھوں کے ایسے نمبر کی بیج جس کا پانہ معلوم دستغیب نہ ہو۔
 ان تمام بیجوں کو نامہائے کر چا گیا کیونکہ ان کے اندر جوئے کی روح موجود تھی۔
 خیر و فروخت کے قوانین شریعتوں کا رد و بار کے جس طریقوں کی حالت
 کی گئی ہے، وہ پر جب ہم مجموعی نظر ڈالتے ہیں تو اصولی حیثیت سے ہم کو
 حسب ذیل سبب ممانعت کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) ایسی چیزوں کی خیر و فروخت ممنوع ہے جو کائنات خود مصدقہ
 قہور میں حرام ہیں اور جن کا استعمال عموماً معصیت ہی کے کاموں میں ہوتا
 ہے۔ مثلاً شراب، ظہور اور مجسمے وغیرہ کیونکہ ان اشیا کی فروخت کی رسم
 جاری کر دینے کا مذہبی حکم ہی یہ ہے۔ اگر ارادی طور پر نہیں تو کم سے
 کم بالارادہ ہی بھی۔ کہ لوگوں کو ان معاصی کی ترغیب دی جائے جو ان
 کے استعمال کا نہایت تہجیبیہ مختلف اس کے بلکہ سرے سے ان چیزوں کا
 لین دین ہی ممنوع ٹھہرا دیا جائے تو گویا بالواسطہ ان کے مفاسد کا قطع فیض
 کر دیا گیا اور لوگوں کو ان سے بچنے کی سہولت بہم پہنچا دی گئی۔ چنانچہ اسی
 مقصد کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا اور اس
 کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور راسم کی بیج و خیر کو حرام کر دیا ہے۔
 ایک اور ارشاد میں آپ نے فرمایا ہر مافطیہ میں اس قاعدہ کو کلیہ کر یوں بیان
 فرمایا ہے۔

ان اللہ اذہوم شیئاً حرم جب اللہ تعالیٰ کسی شے کو حرام کرتا
 ثمنہ ہے اس کی قیمت کو بھی حرام کر
 دیتا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر اپنی طبیعت و ذوق
 کی اجرت یعنی زنا کی نفیس حرام ہے، اور یہی حکم آپ نے کابین کی ہرمت
 اور منشیہ کی کمانی کے بارے میں بھی دیا ہے۔ کیونکہ ہن تمام اجزائوں
 میں وہی علت موجود ہے یعنی از تکاب مصیبت کی ترفیع و ترویج
 شراب کے بارے میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا ہے کہ شراب
 بنانے والے شراب پیئیں و لے، شراب ڈھونڈنے والے اور شراب
 رکھنے والے سب پر لعنت ہو، کیونکہ از تکاب مصیبت جس طرح مصیبت
 ہے، از تکاب مصیبت میں ادا کرنا اور سہولت بہم پہنچانا بھی مصیبت
 ہے۔

(۲) نجاست مثلاً مردار، خون، اُوروں کا فضلہ اور دیگر گندی
 چیزیں ہندست مکر وہ اور شیب طین سے مشابہت پیدا کرنے والی
 ہیں، بخلاف اس کے اسلام کی فطرت لطافت اور پاکیزگی چاہتی ہے،
 اور پاکیزگی کا قائم کرنا بھی آخر الزمان کے مقاصد بعثت میں سے ہے۔
 اس نئے شرع نے تمام نجاستوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

اور ان کو ذریعہ معاش بنانے سے روک دیا ہے۔ تاکہ انسان ان کا حوگر نہ ہونے پائے چنانچہ مردار کی خرید و فروخت کو حرام کر دیا گیا، جھامست رہنے کھینے مٹانے کی اُمرت لینے سے منع کر دیا گیا و زنا خوروں کو مادہ سے جمعیتی کھانے کے لئے کراہ پر روئے کو ناجائز ٹھہرا دیا گیا۔ کیونکہ انسان ذائقہ جو روزی میسر و توفیق وہ بھانست کے دروازے سے گزرا کرتی ہے۔

(۳) ایسے معاملات کو ناجائز قرار دیا گیا ہے جو راعی و رعایا کا دروازہ نظر آنکھوتے ہوں۔ مثلاً یہ کہ عورتیں قیرت و رمال کا تعین اور تشخص نہ ہو یا بی بی بیچ کی شکل ہو یا خریدائے گل کو نہ دیکھا ہو اور بغیر دیکھے ہو یہ تعین نہ کیا جاسکتا ہو کہ جمال اسے دیا جائے گا وہ اس پر راضی بھی ہوگا یا نہیں۔ یا سچی میں کوئی ایسی شرط ہو جو بعد میں پس کر نسل و قاتل کی موجب ہو۔

مذکورہ بالا نچ سے کہ جس جیتے وقت قید کا مسئلہ کہیں اس پر کرتا ہے رد عمل میں ہوتا ہو یہ اس پر کچھ اثر نہ کرے نہ روکے ہی نہ۔

یہ مسئلہ مع مشروط کی ایک صورت ہے کہ بیچ ہی جس پر بیچے و فائدہ مند کا مسئلہ اگر مشروط بھی اس پر بیچے کا مسئلہ کہ تو ہی بیچے کا یہ صورتوں

اسی اصول پر شارع علیہ السلام نے بیع مضافین، دان آئندہ پیدا ہونے والے بچوں کی بیچ جوامی زعابور کی پشتیں میں اور قلعہ دجو پنچا بھی بطن مادر میں ہیں اور بیع جبل الجبلہ جس بچے کی ماں ہی ابھی رحم مادر میں ہوئے ہو کا ہے، کیونکہ شے فروختی کا وہی دجو وہی نہیں اس کا تعین کس طرح ممکن ہے۔ اسی طرح ایسے معاملہ کو تا بن ذکر دیا گیا ہے جس میں اصل چیز اور اس کی قیمت، دونوں غیر مرجعہ اور غیر مملوہ استثنائے غیر مبین کا بھی یہی حکم ہے۔ اس بیع کی شکل یہ ہوتی ہے کہ بائع مبادلہ کرتے وقت شرط یہ کہے کہ اتنے روپوں میں میں تھوڑا سا پھوڑ کر اپنا یہ دس من چوتھیں دسے دوں گا۔ اس تھوڑے سے کا عدم مبین فرقین کے درمیان دجو نزاع ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کیلئے کہ بہت زیادہ عام نہیں کیا جاسکتا یعنی سرحدوی امر کا عدم تعین بیع کو فاسد نہیں کر دیتا کیونکہ عاوضہ اور روٹھا معاملات بیع کے متعلق بہت سے امور ایسے ہیں کہ سارے طریقے روزگار میں رائج تھے، کوئی اصل وجہ صحت کو دیکھنا تو اس امر کے کہ اس نے نقد سے کوئی پھر ہمہ اوریں دجو دے رہا ہو، تاکہ یہ معاملہ کرنا اس سے جو کچھ ہوگا، ہی قوت میں دے دوں گا۔ اسی طرح ماں کے پیٹ سے پہلے بچے سے قبل ہی بچہ کہ عود دجو صحت شروع ہو جاتی تھی اور بہا اللذات ہی عود دجو میں ہی نہ ہوتی۔

ہوتے ہیں جن کی توضیح اور تعین نہیں کی جاتی اور یہ کہ جتنی ہے مقصد میں فرق وہ عدم نہیں ہے جو موجب نزاع ہی سکے۔

ایسے معاملات بھی اسی بنا پر چاہتے ہیں جن میں مساوات ایک چیز کا ہونا ہو مگر دراصل وہ مقصود بالذات نہ ہو بلکہ اس کے ضمن میں درپور ہو کوئی اور ہی مساوات ہی نظر ہو۔ ایسے معاملات سخت صورت انگیز اور ایسے عجیب ہو جاتے ہیں جن کا کوئی اصل مثلاً دشوار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بیع مقصود بالذات تو ہوتی نہیں، اسے محض ایک دوسرے مقصد کے لئے یہ نہ بنایا جاتا ہے، اور ایک فریق جب دیکھتا ہے کہ جو اصل مقصد تھا وہ حاصل نہیں ہوتا تو وہ معاملہ بیع کی تکمیل سے جی چرات ہے اس کے بعد دوسرا فریق طے شدہ بات کو یاد کر لے پر اصرار کرتا ہے۔ اسی بنا پر شارع نے ایسے معاملات کی سرے سے مخالفت فرمادی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:-

لا یحل بیع وسلف ولا ایک ہی ساتھ بیع اور بیع سلف
شرح: نہ بیع شرح: دونوں کا ساتھ کرنا کسی معاملہ بیع
میں وہ شرطوں کی قید لگانا جائز نہیں۔

بیع سلف کے معنی میں کسی چیز کی جو آئندہ تیار ہونے والی ہو بیعت کی نقد روپیہ دے کر بیع کر لینا اور دو شرطوں کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ایک تو

اس چیز کے حقوق بیچ اپنے لئے مخصوص کرانے اور دوسرے کوئی اور غرضی
شرط لگا دے مثلاً اگر اس چیز کو کسی کسی جینٹ منظور ہو تو میرے ہی ہاتھ
رہنا، نیز جس اس شرط کے ساتھ تمہیں یہ چیز بیچ رہا ہوں کہ اپنی خاص چیز لئے
ہمہ کر دو یا فلاں کے یہاں میری سفارش کر دو۔

اسی قدر پر ان معاملات کی بھی ممانعت کی گئی ہے جن میں دشمنی میں
کے کسی ایک کا استیبار سپردگی معاہدہ کرے دے کے انہوں میں نہ ہو مثلاً جس
دقت، خریدار کے قبضہ میں نہ ہو، یا چیز یا ملک کے انہوں میں نہ ہو بھرنی حال
عملاً دوسرے کے اختیار میں ہو اور اس کا بعض نظری حق اس شے پر پہنچتا
ہو، یا دھبی محل نزاع ہو، ایسی صورت میں بہت ممکن ہے کہ ایک قصبہ کے
اندروں دوسرے قصبہ پیدا ہو جائے یا قریب مخالف کو دھوکا اور نقصان پہنچ
جائے اور یہ واقعہ ہے کہ جب تک کوئی چیز تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے تمہیں
اطمینان نہ کر، چاہئے کہ وہ تمہیں مل ہی جائے گی۔ بعد اگلاں حالات میں
بیچ مستند ہو گئی اور دشمنی نے قبضہ کا معاملہ کر دیا تو بیچ کے لئے اس کے سوا
کیا یہ راہ نہ ہو گا کہ دھوکہ دہر دوڑا پھرے اور اس طرح مناقشات کی گرم
داند، ری کا سامان پیدا کرے، اسی مفیدہ کا قلعہ تیر کرنے کی خاطر انہوں
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو چیز تمہارے اپنے ہاتھوں میں رہو اس کی
بیچ نہ کر دو، دوسرے ارشاد میں ہے کہ جو کوئی گھیس خریدے اس وقت تک

بڑے ٹکڑے جب تک کہ اس کو اپنے قبضہ میں نہیں کر لیتا۔ یہ حکم صرف گھبراہٹ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ عام ہے۔ نیز آپ نے ایسی تھے کہ اپنے سے منع کر دیا ہے جس کے متعلق شیخ کو یقین کال نہ ہو کہ یہ وہ میرے ذاتی مورد بھی ہے یا نہیں یا میں اسے پاس رکھتا ہوں۔

اسی طرح شارع نے جن جن کرہن معاملات کو حرام کیا ہے جو عمرنا نما میں پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ مثلاً دوست کے کچے پھلوں کی بیج کا مرب میں عام رواج تھا۔ اس کے متعلق حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ لوگ باہمی بیچ و خرید و فروخت کرتے تھے لیکن جب آنحضرتؐ مساوی پھلوں کو نقداً یا پہنچا دیتیں تو آپ میں لازمی ٹھکارا کرے گئے۔ ششتری قیمت کو اور ان کی کے خلاف ہمت پیش کرتا کہ جس پکھنے سے قبل ہی غریب اور مل شتر گئے۔ اس متوقع رواج کے مندرجہ کے لئے آنحضرتؐ مسلم نے ممانعت فرمادی کہ دوست پر کچے پھل پہل س دوست تک نہ بیچ جائیں جب تک کہ وہ قبلی اتفاق نہ ہو جائیں۔ اور کوشتری اسی وقت پھلوں کو توڑے۔ اس ممانعت کے بعد آپ نے فرمایا۔

اس آیت اذا صاع شد التمرۃ سوکرو کہ جب انشہ تعالیٰ نے پھلوں
 ہا یاخذ احدکم من الی کو نیست دنا ہو کر دیا تو پھر جس شے
 احبہ کے عوض ہے بھائی کو ال دھوئوں کی

کو قیمت دیتا ہے؟

یعنی اس طرح کہ جس میں ایک قسم کا دھوکا پوشیدہ رہتا ہے، کیونکہ
پیسوں کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہر حال موجود ہے۔ اگر وہ واقعی ضائع ہو
جائیں تو خریدار غریب کو قیمت تو ادا کرنی پڑے گی اور اس کے عوض اسے کچھ بھی
ملاؤ نہ ملے گا۔

(۴) خرید و فروخت کے معاملات میں مسابقت (Competition)
کی ایسی صورتوں کو روکا گیا ہے جن سے لوگوں کے درمیان حسد اور مخالفت
پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور جن کا نتیجہ ہو کہ کچھ لوگ پیش قدمی کر کے دوسرے
لوگوں کو ان کے سب رزق سے محروم کریں، ماسی بنڈر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے:-

لا تلتقوا بالرب بن بیع ولا	اباوی نے علی کریموں کو راستے
بیع بعضکم علی بیع	میں نہ پکڑو اور ایک شخص دوسرے
بعض ولا یسروا لرجل علی	شخص کی بیع میں طعنائت کر کے اپنی
سواہ من بعد ولا تلتاحسوا	بیع نہ کرو۔ اور ایک شخص دوسرے
ولا یبیع منا ضولہا	کی بولی پر بولی نہ دے۔ اور بعض بڑے
کو خریداری سے روکنے کے لئے بولی نہ بٹھائی جائے اور شہر و گاؤں میں	
کی طرف سے بیع کا اثر نہ رہے	

ہن بدایت میں سے جو عزائد کہ بدایت کا مقصد یہ ہے کہ گاؤں و اہل کو
 باہر دست شہر میں آکر لوگوں کے اٹھال فروخت کرنے کا موقع ملتا
 چاہتے سارے جیتے جان کا الے کر نسبتاً زیادہ قیمتوں پر فروخت کرتے
 ہیں یہ عام باشندوں کے لئے سنگی کام موجب ہے اور اس سے خود
 گاؤں والوں کا بھی نقصان ہے۔ کیونکہ وہ زیادہ فائدے کا بیج کر کے اڑھتے
 کے جاں میں چھین جاتے ہیں اور پھر اس کے پھندے سے اس کا ممکن شکل بنتا
 ہے نیز یہ کاروبار تمدن کی ترقی کے لئے بھی مضر ہے کیونکہ گاؤں والوں کا
 برابر مال کے کوٹہ اور تھوڑا کانا اس سے بہتر ہے کہ وہ زمین مع کی خاطر
 کو روک کر رکھیں۔

۱۵۵۔ ایسے طریقوں سے نفع کمانے کی کوشش بھی حرام کر دی گئی
 ہے جو عامۃ الناس کے لئے موجب نقصان و تخفیف ہوں۔ مثلاً غلے کو تینیں
 گرا کر کرنے کی خاطر جمع کرنا اور روک رکھ کر بہرہ و فائدہ نفع طلبی ہے اور
 اس سے تمدن میں حائل واقع ہوئی ہے مای کے متعلق ہی سلی احمد علیہ السلام
 فرماتے ہیں: من احتسک فی ذہر خاٹنی، جس نے احتکار کیا وہ گنہگار

۴۔

۱۶۔ ایسے تمام معاملات منوع ہیں جن میں ایک شخص دوسرے شخص کو
 دھوکا دے کر نفع کماے کی کوشش کرے، مثلاً اپنے اہل کا حبیب چپ سے

یہ اس کا دل تنہا اچھا نہیں ہے آنا جاہر کرے۔ اسی سلسلہ میں یہ حدیث ہے کہ

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِذَا تَخَلَّصْتُمْ مِنْ رِقَابِكُمْ فَذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ
اور مثنیٰ یا کریں کہ جیسے وقت اس کے
تھنوں میں دودھ جمع کر کے نہ رکھو
کمزور یا اس کو زیادہ دودھ دانی گئے
اگر سیا کیا جائے تو ضرر یا رکی اختیار
ہے کہ تین دن رکھ کر اسے نہ گئے۔
اور بزرگی صاف صاف طبعاً ملائم
لیکن واپس کرتے وقت وہ ساتھ ہی ساڑھے تین سیر کھجوریں بھی اس
دودھ کے عرض دے دے جو اس نے پڑا ہے۔ ایک دوسری روایت
میں ہے کہ ساڑھے تین سیر غر دے لیکن وہ زیادہ قیمتی تو نہ ہو۔ ششماشی
کہاں ذکر وہ تجاڑیں زیادہ قیمتی ہوتا تھا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معنوی طور پر مال کو اچھا
بنانے کی بھی نئی فرمائی ہے۔ ایک شخص نے کھجوروں کو پانی سے تر کیا تھا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اَلَمْ يَجْعَلْهُ فَوْقَ الْعِلْمِ اَمْ رَحِمْتِي
یہ دیکھو اس میں غش فدیہ سنو دیکھا تو نے اس کو دھوپ سے تر نہیں کیا
بہرے لوگ دیکھ کر دھوکا کھائیں! جو شخص دھوکا بازی کرے اس سے بیزاری

کوئی واسطہ نہیں)

ایسی چیزوں کی یہ بھی موسم ہے جن کو اللہ نے سب انسانوں کے لئے
مباح کیا ہے۔ مثلاً جو پانی قدرتی طور پر جڑا ہوا اور خود لوگوں تک پہنچے والا
ہو اس کو کوئی شخص روکے اور قیمت لے کر دوسروں کے لئے چھوڑے۔
یہ اللہ کے مالوں میں کسی حق کے تصرف کرنا ہے اور اس میں خداگان خدا کی
غیر رسائی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آگاہ ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جن بیع فضل المساک، یعنی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ضرورت سے
نامہربانی کو قیمت دینے کی ممانعت فرمائی ہے، اسی طرح قدرتی چراگاہیں
موجودوں کے چرنے پر اجرت ملنا کرنا بھی منوع ہے۔ چنانچہ بخاری صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا کرے گا اللہ بھی اس سے کبے گا کہ میں تجھ کو اپنے
فضل سے اسی طرح محروم کر دوں جس طرح تو نے لوگوں کو اس فضل سے
محروم کیا جس کے بنائے میں تیرا حصہ تھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ پانی
اور چارہ اور آگ، یہ ایسی چیزیں ہیں جن میں سب مسلمان شریک ہیں۔

چند اصولی پابندیاں: مذکورہ بالا اصول کے علاوہ چند اصولی پابندیاں اور
ہیں جو تجارتی معاملات پر عام کی گئی ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے ایک سرسری
نگاہ ان پر بھی ڈال لینی چاہئے۔

نامانہ شرطیں: اصل میں بیع مشروط کے تعلق میں بعض امور منجما اور پرمیاں

جو تھکے ہیں یہاں ایک عام اور اصولی بات بیان کر دی جاتی ہے شائع کا فہرستان ہے کہ ہر وہ شرط جو کتاب تصریح نہیں ہے، باطل ہے۔
لیکن اس کا مدعا یہ نہیں ہے کہ ہر وہ شرط جس کی قرآن میں مزاج اور خصوصیات اجازت موجود نہیں ہے، باطل ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شرط قرآن میں تصریحاً منوع قرار دے دی گئی ہے یا جو روحِ قانونِ اسلامی کے مخالف ہو، وہ بشرطِ باطل اور ناجائز ہے۔

حقوقِ ولایت کی پیروی ناجائز ہے | حقوقِ ولایت لازماً اور بوجہ کرنا اسلام میں قانوناً ناجائز ہے۔ کیونکہ قابلِ فروخت صرف وہی چیز ہو سکتی ہے۔ جو حسی اور شاہد ہو۔ ولایت کے حقوق کی نوعیت یہ نہیں ہے وہ تو ایک ذہنی اور اضافی چیز ہے۔ نیز ولایت نسب کے تابع ہے۔ جس طرح نسب کی پیروی اور ہر جائز نہیں اسی طرح ولایت کی پیروی اور اس کا ہر بھی جائز نہیں۔

بین دین میں کھانے کی ممانعت بتحدی کاروبار میں بات بات پر قسم کھا کر ایک عام شیروہ ماہر گیا ہے۔ یہ ایک نہایت ذلیل حرکت ہے اس میں باقی کئے دو پہلو ہیں ایک تو فریقِ ثانی کو اس کے ذریعہ دھوکہ دیا جاتا ہے، دوسرے اشکاکِ نام ایک کھیل بن جاتا ہے اور اس کی حقیقی غفلت کا احساس تک دلوں سے قاصر ہوا ہے۔ اس نے شارح

نے فرمایا کہ الحلف مفسدة السبعة لمحمد السمکة و تجارت میں قسم کھنا، گرامر کی نکاحی کاغذ یہ ہے تو کمانی میں بے بختی بھی کاغذ بیعہ ہو اور یہ ایک مکمل ہوئی حقیقت ہے۔ اسلام اپنے پیروؤں میں اس مذکورہ رسم اور عادت کا کوئی ہلکا سا اثر بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا اور حکم دیتا ہے کہ اسے تجارت پیشہ لوگوں پر دفعہ دہشت کرتے وقت زبان سے بیت سی فعلن باتیں اور ناروا قسمیں نکلایا کرتی ہیں اس لئے یقین کے ساتھ کچھ فرقہ بھی دیکر وہ صدقہ کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ وہ ان فعلن زنیوں اور خطیہوں کا کفارہ ہو جائے۔

سوئے اور چاندی کے سکوں کا مبادیہ اگر کوئی شخص اپنی چیز کو دیار (سوئے کے سکے) کے حساب سے بیچتا ہے لیکن دینار کے بجائے دھیم (چاندی کے سکے) لیتا ہے تو قانون اسلام اسے اس کی اجازت دیتا ہے لیکن دو شرطوں کے ساتھ ایک تو یہ کہ وہاں ہم کی قیمت دینی جانی چاہئے جو اس مبادیہ میں تھی۔ دوسری یہ کہ فریقین معاملہ اسی وقت چلتا کر لیں یعنی جہاں سے سے بیٹے ان کے درمیان کوئی بات تصفیہ طلب نہ رہ گئی ہو۔ مثلاً اس امر کا تعبیر کہ کتنے دیناروں کے نام رقم کتنے دھیم ہوں گے۔ مگر اس پر چھڑ دیا گیا سو یہ اسی قسم کی کوئی اور بات نہ مستقبل میں ملے ہونے کے لئے، اشارہ بھی گئی ہو اگر ان شرطوں کو روا نہ کیا جائے تو بیٹے کو اس کی

اجازت نہیں کوہینار کے ہوائے قیمت میں دیا ہے کیونکہ یہ صورت نزاع پیدا کر دینے کا احتمال رکھتی ہے اور اس سے مساوی صاف اور یکساں نہیں ہو سکے پاتا۔

ناپ تول میں کمی کی ممانعت اہل تول میں ڈانڈی مارنے کی سخت ممانعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے تولنے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم دو ایسی چیزوں کو اپنے اور تولنے والے کے مٹا دو اور دار ہائے گئے ہو جن کے ذریعہ بہت سی کھلی تواریں ہلاک ہوئیں یعنی ناپنے تولنے میں عدل اور قسط کا پورا پورا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے کتنی ہی تواریں ہلاک ہو چکی ہیں مثلاً قوم شعیب جس کا عبرت انگ مشر قرآن میں لکھا ہو، موجود ہے پس کھلیا کو اس نیابت اور دین ملکی سے بچنا چاہئے۔

زحوں کا حکم مقرر کیا جانا تقارن کا رویہ میں ایک سوال حکومت کے اختیارات کا آتا ہے کہ آیا وہ مشیاء کی قیمت بھجوری تیس کر سکتی ہے جس کے عرصت نتیجے پرانی تجارت مجبوروں یا اسلامی قانون تجارت کا رجحان اس عرصہ سے کہ تھا جس معاملہ میں آباد ہیں حکومت کوئی کی آزادی میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے رہا پھر ایک دروگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت کی نزاعوں نے چیزوں کا بھاؤ بہت چڑھا دیا ہے آپ ان کی قیمتوں کا مناسب تعین فرمائیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیمتوں کا مقرر

کرنا اور روزی کا کھانا نہ جانا اللہ کے اختیار میں ہے میں نہیں پسند کرتا
 کہ میں خدا سے اس حال میں ہوں کہ کسی پر ظلم کرنے کا باہمی گردن پر ہمارا وہ
 اس کے حضور راوی کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسا عادل نہ لے جس
 کو ناجائز جواز خریداروں کے نفع نقصان کے لحاظ سے بالکل ٹھیک ہو سکی کہ
 کسی کی ایک فصد ہر حق ملی نہ ہو، تقریباً ممکن ہے، اسی لئے انھوں نے
 اس کے لئے کوئی حکم صادر کرنے سے اجتناب فرمایا تاکہ اس کے لئے کوئی حکم
 اس حکم کو اپنے لئے مستند نہ بنالیں اور اس کی ادائیگی میں چاہیں اور جس قدر
 چاہیں چیزوں کی قیمت گھٹا بڑھائیں یہ ہم اگر کھلم کھدا تجارت پیشہ لوگ لوٹ
 ہی پارتائیں اور چیزوں کو بہت گرا کر کے لوگوں پر عرصہ صحت تنگ کر دیں تو
 حکومت کے لئے جائز ہے کہ فساد عام اور مصالح تمدن کے پیش نظر نہیں اس
 خود غرضانہ لوٹ کھسوٹ سے بازار کھلی چیزوں کی قیمتیں متعین کر دے۔ یہ
 احکامات اسباب تک جہاں میں ہم نے بیان کئے ہیں ان کا تعلق اسلامی قانون تجارت
 کے سب سے پہلے سے تھا یعنی یہ کہ تلاش معاش کی جدوجہد میں لوگوں کو کن تجارتی
 طریقوں سے بچنا چاہئے اب ہم اس قانون کے ابتدائی پہلو پر ایک اجماع گنگو
 کر کے بتائیں گے کہ شارع علیہ السلام نے مختلف مرقعوں پر تجارتی معاملات
 میں کیا ہدایات فرمائی ہیں۔

۱) اگر کوئی شخص درخت خریدے اور اس پر پھل بھی لگے ہوئے ہوں تو

وہ پہلے بیج میں شامل نہ تھے جہاں سے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کھجور کا درخت خریدے تو اس پر لگی ہوئی کھجوریں مسامحہ بیج میں شامل نہ ہوں گی بلکہ وہ بیچنے والے کی ملک الی ما بخر کی اذیہ کو درخت خریدتے وقت من کھجوروں کو بھی مسامحہ بیج میں محسوب کرنے کی تصریح کر دی ہو گی کیونکہ اصلاً مسامحہ تو اس درخت کا ہوا ہے۔ اگر پہلے اس سے ایک مزید چیز ہے جو خریدار کی ملک میں آنے سے پہلے بیج پر لگی تھی، لہذا اس کی حیثیت اس مال کا سبب کی ہی ہے جو کسی ٹھکرے صحن میں پڑا ہوا ہو مگر ہر جہاں یہ ٹھکرے کی خرید و فروخت کا اثر اس مال پر کچھ نہیں پڑ سکتا۔

اس سے یہ قاعدہ نکلتا ہے کہ اصل کی بیج میں فرع شامل نہ ہوگی جب تک کہ فرع کے متعلق مسائل میں تصریح نہ ہو۔

۲۰۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو خریدتا ہے اور کچھ روز کے بعد اس کے کسی عیب پر مطلع ہو کر واپس کر دیتا ہے تو اس صورت میں رسول یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مدت میں جو نفع اس نے چیز سے اٹھایا ہے، مثلاً اگر کان تھا تو اس کا گرویہ وصول کیا ہے، اس کے ہاتھ میں کیا فیصلہ ہونا چاہئے؟ آیا اس چیز کے ساتھ وہ نفع بھی اصل ملک کو لوٹنا چاہئے یا نہیں؟ اسلام نے اس باب میں رسول مقرر کیا ہے کہ الخواص بالاصحاب یعنی نفع اسی

کے لیے جو نقصان کا ذمہ دار ہیں اس کا عدل کی رو سے نفع کا مستحق خریدار ہے
 کیونکہ وہ اس چیز کا اس حد تک میں خاص رہا ہے۔ اگر وہ چیز اس کے قبضہ
 کے زمانے میں ضائع ہو گئی ہو تو وہی نقصان اٹھاتا، لہذا جب وہ اس
 کے نقصان پر صلہ پہنچا تو ذمہ دار ہے تو منصفیت بخش پہلو بھی اسی کے
 حق میں ہونا چاہئے۔ عقائد پر اس کے رافع کو اس نفع کا حق وارث نہیں ہوا
 تو زمین کے درمیان نفع کی کسی ذریعہ پر ٹھکانا پیدا ہوئے یا قوی
 اندیشہ ہے۔ لہذا قطع نزع کے لئے بھی مصلحت کا غائب نہیں ہے کہ
 اس حق کا مفاد خریدار ہی کو قرار دیا جائے۔
 اس میں ضروری بات یہ ہے کہ نفع کا تعلق ہمیشہ نقصان کی ذمہ داری کے
 ساتھ رہے گا۔

حق اگر زمینیں راج اور مشتری میں باہم کسی بات پر اختلاف پیدا
 ہو جائے اور اسے فروختی قائم ہو جائے، یعنی حالت پر موجود ہو تو کسی ذائقہ کے
 پاس سے، یعنی پرکھائی دلیل نہ ہو تو ایسی صورت میں بائع کی بات مانی جائے
 گی۔ تاہم اگر دونوں کسی عقد پر متفق ہو جائیں تو یہ شارع کا تقرر کیا ہوا اصل
 ہے جس کے ذریعے سے اس نے قبضہ کرنے کا اور وارث بن کر رہا ہے۔ اس کا عدل
 کی جاس پہلے کہ کوئی چیز اپنے ملک کے قبضہ سے نفاسی صورت میں نکل
 سکتی ہے جب کہ زمینیں کی باہمی رضامندی کے ساتھ معادرتہ بننے سے ہو

جلئے، اب چونکہ یہاں یہ صورت حال نہیں پائی گئی اور رضا کے کھائے
 آپس میں اختلاف رونما ہو چکا ہے، اس لئے معاملہ کو ختم سمجھ کر منہ بوجہ دالہ
 اصل کی طرف رجوع کرنا ضروری ٹھیکرہ بنی، وہ چیز بائع کی کبھی جائے گی،
 اور اس کی قیمت وہی ملنی جائے گی جو بائع کہتا ہے، اس خریدار کو بیستہ
 یہ اختیار ہے کہ اس قیمت پر چاہے چیز مے مانے، کیونکہ معاملہ بیع کے انعقاد
 کے لئے جس طرح صوفی اول دایعہ کی رعنا شرط ہے اسی طرح فزقی
 ثنائی دخریدار کی بھی شرط ہے۔

۴۴) اگر کوئی شخص بیع سلم کے طور پر کوئی چیز خریدے تو اس کے
 لئے ضروری ہے کہ اس چیز کی مقدار در قہضہ کرنے کے وقت کی تعیین
 کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب درینہ شریف لائے تو لوگوں میں اس طرح
 کی بیع کا بڑا رواج تھا، لوگ روپیہ بھگی دے دیتے اور دو روئینہ میں
 سالانہ بعد پیدا ہوئے والے بچوں کو خرید لیتے، آپ نے اسے بالکل
 منسوخ تو نہیں کیا البتہ اتنی شرط لگا دی کہ اس چیز کی مقدار یا وزن
 متعین ہو، نیز بیع صاف صاف ملے ہو جانے کا کہ بائع کس وقت خریدار
 کو وہ چیز دے گا۔

۴۵) قرض کے لین دین میں تحریری دستاویز اور شہادت کی سخت
 تاکید ہے چنانچہ قرآن میں ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا
 نَذَرُ أَنْ تَكُونُوا مِنْ أَجْزَلِ
 مُسْتَسْقَيْنَ الشَّيْبِ وَالْأَجْزَلِ
 اے ایمان والے! واجب تم کسی
 موت معین تک کے لئے ایک
 دوسرے سے قرض لو تو اسے لکھ
 لیا کرو۔

قرض کا معاملہ معاشی امور میں گزائگوں حیثیتوں سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک طرف معاشی ضروریات کے پیش نظر قرض کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں، دوسری طرف یہ دیگر معاملات کی نسبت بہت زیادہ نفع افزا اور نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی اہمیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غنیمت کے ساتھ قرض کے معاملات پر گواہ بنائے اور انہیں ضبط و تحریروں سے لے کر سخت تاکید فرمائی ہے اور گناہ شہادت کی سخت ممانعت کر دی ہے۔ پھر اسی ضمن میں انہیں معاشی ضرورتوں کے باعث دین اور کفالتہ وغیرہ معاملات کی بھی اجازت دے دی ہے۔

مضاربہ یا شریکت کے معاملات اور بیان کیا جا چکا ہے کہ نسل نسلی مدنی یا طبعی واقع ہوئی ہے اور اس کا معاشی سوال اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے افراد میں باہم تعاون نہ موجود ہو چنانچہ ساری کچھ تمدن جنم دیتی ہے کہ معاشی تعاون مختلف شکلوں میں قوموں کے اندر ہمیشہ موجود رہا ہے۔ اس تعاون اور شریکت کی مندرجہ ذیل قسمیں

۱۱) دو آدمی کوئی تجارتی کاروبار اس طرح شروع کریں کہ ایک کا سرمایہ جو دوسرے کی محنت اور مبالغہ حسب معاہدہ دونوں تقسیم کر لیں۔ اسے اصطلاح میں تضاربت کہتے ہیں۔

۱۲) دو آدمی مل کر اس طرح تجارت کریں کہ سرمایہ میں دونوں برابر کے شریک ہوں، ہر ایک جو کچھ بیچے یا خریدے دوسری میں شریک ہو، حتیٰ کہ دونوں ایک دوسرے کے خاص اور ایک دوسرے کے غماز عام ہوں اور جو پار میں جو نفع ہو اسے دونوں آپس میں بکواساوی تقسیم کر لیں۔ اس کا نام شرکت معاوضہ ہے۔

۱۳) دو آدمی کسی معین سرمایہ سے تجارت کریں جس میں دونوں کے حصے برابر ہوں اور ہر ایک اس سرمایہ کی حد تک خرید و فروخت میں دوسرے کا قائم مقام ہو لیکن ایک دوسرے کا خاص اور کیں عام نہ ہو کہ بعض شریک کا رہنے کی وجہ سے کچھ ایک پر بار ہو دوسرے سے طلب کیا جاسکے اسے شرکت غنا کہتے ہیں۔

۱۴) دو آدمی اس طرح تجارت شروع کریں کہ سرمایہ کسی ایک کا بھی نہ ہو بلکہ ہر ایک محض اپنی ذاتی شخصیت سے کام لے کر بازار سے احوال حاصل کرے اور دونوں مل کر اسے پیسے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد نفع بانٹ کر تقسیم کر لیں۔ اس کا نام اصطلاح میں شرکت وجوہ ہے۔

(۵) ایک شخص اپنے لئے انہیں بلو کسی دوسرے کے لئے منادات کرے۔ اسے دوکالت کہتے ہیں۔

(۶) دو صنعت پیشہ آدمی مل کر کام کریں اور کچھ حاصل ہو کہ میں بانٹ لیں یہ شرکت عمل ہے۔

(۷) ایک شخص کے باغ کی دیگھ بھال اور نیچا شی وہ آدمی کرے۔ اور اس باغ سے جو پھل پیدا ہوں وہ اسی میں سے حصہ بنائے۔ اسے آئین اسلامی میں مسافقہ کہتے ہیں۔

(۸) زمین اور بیج ایک آدمی کا ہو اور بل جیل نیز کاشت کرنے کی جملہ محنت دوسرے آدمی کی اس طرح جو غنہ پیدا ہو اس میں دونوں شریک ہوں اس کا نام مزارعت ہے۔

(۹) ایک شخص کی محنت زمین ہو اور بیج بل اور بل اور محنت سب دوسرے کی ہو۔ اسے غابره کہتے اور یہ دراصل مزارعت ہی کی ایک قسم ہے۔

(۱۰) مزارعت ہی کی ایک تہ کل یہ بھی ہے کہ زمین بیج ورمل اور بل سب گنہ ایک ہی آدمی کا ہو اور دوسرے کی صرف محنت ہو۔

یہ سب اشیاء ان دونوں شریک عمل کی یہ تمام صورتیں اور اسی نوعیت کی دوسری صورتیں بھی مسلمانوں میں ہا رہیں اور ان کے لئے یہ قاعدہ

مقرر کیا گیا ہے کہ فرائض میں جو شرائط طے ہو جائیں، ان کی پوری پابندی کی جائے، بجز ایسے معاملہ اور ایسی شرائط کے جو صلی کو حرام اور حرام کو حلال کرنے والی ہوں۔

معاملات میں فاضل اور فیاضی یہاں تک جو اصولی قوانین بیان مجھے ہیں ان کا تعلق معاشی معاملات میں خود غرضی، ظلم و عدوین اور نزاع کی روک تھام سے تھا، لیکن اسلام نے صرف اتنے ہی پرکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے معاشی معاملات میں فاضل، فراح، دلی، فیاضی، ایثار اور امداد و باہمی کی روح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اسان و تبرع کو معاشیات کا اہم ترین جزو بنا دیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے شارع کا بیاریٹ اہم ہوا۔

رحمہ اللہ وجلا صبحا اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جو نیت سے ادایہ و اداء اشتغالی دادا اور نیچے اور قرض کھانا کرتے انقضی وقت موت اور خوش خلقی سے کام لے

کج خلقی اور خود غرضی وہی مردی کا رو باری ذہنیت کا گویا ایک فوری خاصہ ہے۔ لیکن چکر ایک طرف تاجر کے نفس پر اس کے برتنے اثرات پڑتے ہیں، دوسری طرف نظام تمدن کے حق میں یہ موت سے کم

نہیں، کیونکہ یہ چیز تعاون کی دشمن ہے اور تعاون ہی پر مذہب گوارہ دہاؤ
 ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سرٹھڑی پر اس سے روک کر راحت
 اور فرخندگی کی ترغیب دی۔

اسی مقصد کے لئے ایک موقع پر آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے
 ہوئے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسی چیز کو بیسے اس کا بھائی و خریدار نا پسند
 کرے اور فریخ کرنا چاہتا ہو فریخ کر دے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ
 اس کے گناہوں کو فریخ دے گا، صحابہؓ کو دے گا، مسلمانوں کی بات تو یہ ہے
 کہ جب خریدار نے اپنی رضا و رغبت سے ایک چیز خرید لی ہے تو خواہ
 بعد میں وہ کتنا ہی پتھرا لے وہ اسے واپس کرنے پر مجبور نہیں ہے۔
 لیکن چونکہ ایک بھائی کو اس سے نقصان پہنچا ہے۔ اس لئے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو فریخ کرے کی ان الفاظ میں ذیل فرمائی اور اسے رحمت
 مغفرت اور دی کا ذریعہ بتا دیا اور بتسریط کہ چیز ہی حرام نہیں ہے،

اگر دو طرفہ رشتہ دار ایک ہی شخص کی ملکیت میں ہوں تو اس کے لئے
 جائز نہیں کہ ایک کو بیع کرے اور دوسرے کو اپنے پاس رکھ لے۔
 حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ یہ ایک تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیع کو فریخ
 کر کے غلام کو واپس لے لو۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس
 اور اس کے بیٹے کو مالک ملک کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو

اسی تبرع کی خاطر قرآن نے مسلمان کو بار بار صدقات پر ابھارا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ جو مالی اشیاء نے انہیں دیا ہے اس میں سے اپنے غریب اور نادار بھائیوں پر بھی خرچ کریں اور اس کے عوض رضائے الہی کے ساتھ سوا کوئی معاوضہ ان کے پیش نظر نہ ہو۔ پھر ایک ایک چیز کو لگ کر بتا دیا کہ ان صدقات کو ان کے صحیح مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے

وہ مصارف یہ ہیں۔
 اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ ثَلَاثٌ: لِلْفُقَرَاءِ
 وَ الْمَسْكِينِ وَ الْعَامِلِينَ
 عَلَيْهَا وَ الْمَوْلَاتِ قَوْلُهُمْ
 وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغَارِ مِلَّةٌ
 قَوْلُهُ مِلَّةٌ اِنَّهُ قَاتِلُ
 السَّيِّئِ بِلِ رَج وَ تَوْبَةٍ
 صدقات تو محض فقیروں ،
 مسکینوں ، محصلین زکوٰۃ۔
 کمزور ایمان والے نو مسلموں
 رجن کی تالیف قلب کی ضرورت
 ہوں اور غلاموں ، قرضداروں ،
 راہِ خدا میں جہاد کرنے والوں
 اور مسافروں کے لئے ہیں۔

لیکن صدقات کے ذمیدار صرف غزا اور حاجت مندوں ہی کے ساتھ احسان اور مہم سادہ کا مظاہرہ کیا جاسکتا ہے۔ کھاتے پیتے مسلمانوں کے ساتھ اظہارِ نفرت و مہم سادہ کا ذریعہ وہ نہیں بن سکتے۔ اس لئے اس کی کو پورا کرنے کے لئے شارع نے ہر یہ اور تحفظ پہنچنے کی

محققین کے مراسم اور غریب کے ساتھ رشتہ انحراف و نودت کو مضبوط کرنے کی ترغیب دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کھادو! فان الله ديتكم نذ طيب الضمخ لهن۔ (ایک دوسرے کے یہاں ہرے بھوکے کھدو مگر ہرے دلوں کو گھسیٹوں سے صاف کرتے جاؤ اور یہ ایک اور واقعہ ہے۔ ہرے خواہ کتنا ہی قلیل اور مافوقی درجہ کا کیوں نہ ہو لیکن وہ اس بات کی علامت ہے کہ ہرے بھیجنے والا اپنے دل میں اس کی جگہ رکھتا ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کو سامنے رکھ کر شارع نے ہرے واپس کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو۔

صدقہ اور ہرے میں فرق یہ ہے کہ صدقہ محض لوجہ اللہ ہوتا ہے۔ اور ہرے دے کر اس شخص کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے۔ اور یہ چیز بھی انسانیت اور مصلحت تمدن و دونوں کے لئے اکسیر حیات کا حکم رکھتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے سوسائٹی کے افراد میں الفت اور اتحاد کی زبردست اسپرٹ پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے پاس ہریت ہے، اگر وہ صاحب ممانعت ہے تو چاہئے کہ وہ بھی اس کا جواب دے اور اگر مستطاعت نہیں رکھتا تو ہرے دینے والے کے حق میں فیض

تحسین کے کلمات کہوے۔ یہاں کرنا گویا اس کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ لیکن میں نے یہ بھی نہ کیا اس نے سخت ناشکری کی۔ اور جس نے ہدیہ دینے میں اپنی حیثیت سے بہت بڑھ چڑھ کر نمائش کی اس کی مثال اس ریاکار زندگی سے ہے جس نے سرے پر تک فرقہ زنا دہین رکھا ہو۔

ہدیہ کے جواب میں ہدیہ بھیجنے میں ایک تو یہ مصلحت ہے کہ اس طرح دونوں جانب سے قریحت و اذیت کی پیش کش ہوگی جو ہدیہ کا مقصد وحید ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اوپر کا اتھو پیر حال نیچے کے اتھو سے افضل ہے، اس لئے انسان کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس کا اتھ بچاؤ رہ جائے لیکن اگر واقعی وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا تو کم سے کم چھ کلمات سے بلائی کرنے کو یہ ہر بھی انجام کے لحاظ سے ہدیہ دینے کے برابر ہی ہے۔ لیکن چھ کلمات سے یاد کرے کہ اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ جیستی کرنا اور تعریفوں کے پُکے لفظ شروع کر دے۔ اس کا مقصد طریقہ بھی شریعت نے متعین فرما دیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص پر کوئی احسان کیا گیا ہو اور وہ اپنے حسن کو ہر کمال و خیر کہہ دے تو اس نے تمہیں دشنام کا زیادہ سے زیادہ حق دار کر دیا۔ شریعت کا مقرر کیا ہوا طریقہ ابھار تشکر اسلامی نقطہ نظر سے اچھا انداز انتہائی

مناسبت، جامعیت اور اعتدال رکھتا ہے۔ اس پرانہ فکر، جس طرح متعق اور نہایت کی دلیل ہے وہی طرح اس میں بھی نکل کر نہایتی براخلاقی اور کفرانِ نعمت ہے۔

ہر دے کو واپس لے لینا بنیاد ہی ذلیل اور کمزور حرکت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی چیز کو بہ کر کے پھرتے ہوئے دے لے لے لیٹھو دے کی مثال اس کتنے کی سی ہے جو تے کر کے اے ہاٹے ہم دمسالوں کو ایسی بری حرکت دے نہیں دیتی۔ یہ غور کرو کہ یہ مثال کس قدر سچی برحقیت ہے۔ جب ایک شخص اپنی مرضی سے اپنے دل کا ایک حصہ کسی کو بہ کر دیتا ہے اور پھر اسے لوٹانا چاہتا ہے، تو آخر کوئی چیز اسے اس فعل پر آمادہ کر رہی ہے یا تو وہ انتہائی سنگین و زنجیریں بولگا اور کسی اتفاقی جذبہ سے متاثر ہو کر ایک چیز بہ کر دے بعد سے اپنی حرکت پر التماس آیا ہوگا اور اپنے دے واپس مانگ رہا ہے، یا اس شخص کو جسے اس نے بہ کیا تھا، تنگ کن اوٹے نقصان پہنچا، یا مقصود و مرگاہان دونوں جموں سے خود کو کٹی و جھگی موہر ایک کا مشابہ اور منسحب براخلاقی اور غفلت ہی ہے۔ غلہ اڑیں مٹا شرعی مصالح کے حق میں بدیدہ دینا اتنا مفید نہیں جتنا اس کا واپس لینا ان کے حق میں مضر ہے۔ اس سے اس شخص کے دل میں نفرت کی جگہ بھڑکے بغیر

نہیں رہ سکتی۔ اس سے اپنی سخت ہتک تصور کرے گا اور اس تصور سے اس کا شغل ہو جائے گا کہ انتقام پر اترنا، یعنی ہے ماحسی اندیشہ اور خطرہ کی وجہ سے کسی شخص کے لئے۔ اگر اس کے کئی بیٹے ہوں۔ جائز نہیں کہ ایک لڑکے کو کوئی چیز بہ کرے اور دوسروں کو بونہی چھوڑ دے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو گویا اسکے بھائیوں کو باہم دشمن بناتا ہے۔

وصیت وصیت کا رواج ہر ملک اور ہر قوم میں رہا ہے۔ اہل اسلام کو بھی اس کی اجازت دی گئی ہے لیکن چند قانونی پابندیوں کے ساتھ۔

۱۔ اسی ایسے کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں کر سکتا۔ حدیث میں آتا ہے کہ لا وصیۃ لوارث لا وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی علت بھی بیان فرمادی گئی ہے۔ ان، اللہ اعظمیٰ مکان، ذی حق حصہ دے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مقدار یعنی وارث کا حق خود ہی متعین کر دیا ہے، اہل جاہلیت وصیت کے ارے میں بڑی ہی الزام و تفریط سے کام لیتے تھے۔ وقتی جذبات سے مغلوب ہو کر غرض اور مصلحت کا سررشتہ اتھ سے چھوڑ دیتے اور وقتی خفا یا کراس کے حق سے محروم کر کے لوگوں کے لئے سب مائل

وصیت کر جاتے اس کو کم مہنی اور ناقص شناسی کا درد واز و مند کرنا
 ضروری تھا۔ پھر اس کی جگہ ایک تر سفا اور متوازن اور مصلح تمدن سے افق
 رہنمائی کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہوا کہ وصیت کا زیادہ مستحق بن متعلقین
 کو تعمیر پایا جائے جو رجمی رشتہ رکھتے ہوں۔ بقابلان و اگر کے جو شخص
 خارجی اسباب کی وجہ سے قریب ہو گئے ہوں۔ لیکن جب قرآن نے
 میراث کے فیصل اور متعین حکام نازل فرما دیئے اور ہر ایک وارث کا حصہ
 یہ کہہ کر متعین کر دیا کہ ”یہ اللہ تعالیٰ کی تائیم کی ہوئی صدود ہیں ان میں کمی بیشی
 نہ ہونے پائے، اللہ نے میراث کی اس تعمیر میں معاشرت اور تمدن اور
 قریبیت کے میں مصلح اور حکم کو مرعی رکھا ہے۔ ان کی کتبہ تک تمہاری
 نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں۔“ تو پھر کسی وارث کے حق میں وصیت کا کوئی
 موقع ہی نہیں رہا اور نہ خدا کی صدود ٹوٹ کر رہیں گی۔ وَمَنْ يَتَعَدَّ
 حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ نیز اس سے بھی
 معروف ہے کہ وارثوں کے درمیان بغض اور عداوت کا ایک خون ک جذبہ
 پیدا ہو جائے گا کیونکہ ہر وارث چاہتا ہے کہ نگے زیادہ سے زیادہ حصہ
 ملے۔ شریعت نے میراث کا قانون منضبط کر کے ان کی بن منصادم
 خواہشوں کے مفاسد کا سدوب کر دیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص اپنے ایک
 خاص رشتہ دار کے حق میں وصیت کرتا ہے تو کربا دوسرے ورثہ کو

اس کے خلاف نفرت اور بغض و حسد برپا ہوتا ہے۔

۲۰ ہزاروں کے لئے کم از کم دو تہائی مال مسجدِ اقصیٰ ہے وصیت کرنے والے کو زیادہ سے زیادہ حصہ مل کا ایک تہائی حصہ وصیت کے ذریعہ سے غیر وارث کروانے کا حق دیا گیا ہے۔ مستحقینِ مالی وہ جس نے ایک تہہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ میں وصیت بڑی دولت کا مالک ہوں، غرض ایک لاکھ سے جس کے علاوہ اور کوئی میراث نہیں، تو میں کس قدر مال کی وصیت کر سکتا ہوں؟ کیا تمام مال کی نصف کی یا ٹکٹ کی؟ حضرت مسیح نے فرمایا: ایک تہائی کی وصیت کر دو اور وہ بہت تمہارا اپنے ارٹھ کو خوشحال چھوڑ جائے اس سے بہتر بے کلمہ نہیں اس حال میں چھوڑو کہ وہ لوگوں پر بار ہوگا۔

۲۱۔ مالِ مسز کے اصل وارث مسز کی توفیق تار و بناس کے قریبی رشتہ دار ہیں، اگر وہ دوسروں کے لئے اپنے مال کی وصیت کرنا سے فوت فرما کر کتنی بڑی حق تلفی ہوتی ہے اس کے علاوہ خود حکمتِ تمدن کا مقتضی سے کامرنے کے بعد وصیت کا ترکہ وہی مالک پائیں جو دنیا میں اس کے سب سے زیادہ قریب، سب سے زیادہ خیر نکال سب سے زیادہ بہبود دیا اور مدد دہرے سارے مالانِ باتوں میں باپ بیٹے و عورتیں سے زیادہ جاکر سے بڑھ کر درکون ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے قرآن میں آتا ہے کہ ”و“

اَلَّذِي لَا مَنَاحَ لِبَعْضِهِمْ اَدْنٰى يَبْغِضُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ
 كَن سبب یعنی قانون میں رچی رشتہ رکھنے والے ایک دوسرے کے زیادہ
 قریبی اور رکنانہ ہیں، اس لحاظ سے تو تمام ترکہ ور شری کو ملنا چاہئے۔ مگر
 معصم حکمت کی بناء حقیقت میں وقتی اور غرضی مصالح کو بھی نظر میں نہیں
 کر سکتی تھی فرض کر دے کسی کی ترجیح میں کوئی ترمیم کچھ ہے، یا کسی کے ایسے عزیز
 رشتہ دار ہیں جنہیں از روئے قانون وراثت نہیں پہنچتی، کیا وجہ ہے
 کہ ان کی مدد کا دروازہ بند کر دیا جائے، اسی طرح اگر کوئی دولت مند آدمی
 اپنے چھوٹے ہوئے مال میں سے ایک حصہ رندہ عام کے کاموں میں
 صرف کرنا چاہتا ہو تو کیوں اس کو ایسے نیک کام سے روکا جائے، پس
 شریعت میں دونوں پہلوؤں کے درمیان پورا توازن قائم کیا گیا ہے۔ نہ
 جائز حق و راسخے حق سے محروم کئے جا سکتے ہیں، اور نہ فضل و احسان
 ہی کا دروازہ بند ہوتا ہے۔

۳۔ وصیت کرنے والے کو چاہئے کہ آخری وقت کا انتظار نہ کرے
 بلکہ وصیت لکھ کر محفوظ کر دے حدیث میں مذکور ہے کہ کسی سہلے کے
 لئے مناسب نہیں کہ وہ ایک رات اس حال میں گزار دے کہ اس کے پاس
 کوئی ایسی چیز جو جس کے بارے میں وہ وصیت اس نے لکھ نہ دی ہو، اس
 حکم کی وجہ بالکل حیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ صبح تک وہ اس دنیا میں نہ رہے

وقف تبرات ہی کی ایک قسم وقف بھی ہے۔ اب تک تعاون و
 تہذیب کی جتنی صورتیں بیان ہو چکی ہیں وہ سب کی سب کسی نہ کسی شکل
 میں اس سلسلہ بھی رائج تھیں لیکن وقف کا طریقہ بالکل ماسدوم
 تقدیر شاہ اسلام غیہ اسلام کا مخصوص اجتہاد ہے جس کے اندر
 تمام معیشت و معاشرت کے ایسے مسائل پوشیدہ ہیں جو دیگر
 تمام صدقات و تبرعات سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ ایک شخص
 نوہ کتنا ہی بڑا خزانہ فقراء و مساکین کے لئے صدقہ کرے لیکن یہ
 فخر ہے کہ ایک مدت مخصوص کے بعد وہ فرد ختم ہو جائے گا اور ان
 فقرائے بعد جو حاجت مند ہوں گے وہ اس صدقہ عام سے کوئی حصہ
 نہ پاسکیں گے جس مقاصد کے کمال حصول اور ذراہ خلق کی عمومیت
 کے لحاظ سے صدقہ کی اس شکل سے بہتر کوئی شکل نہیں ہو سکتی کہ کوئی
 لایہ جاد و غیب و مساکین اور دیگر حاجت مندوں کے حق میں اس
 طور پر بخش دی جائے کہ اسل میں ہمیشہ اپنی حالت پر باقی رہے، اس میں
 سے کچھ بھی خرچ نہ ہو اور محض اس کے منافع سے حاجت مندوں
 کو حاجت روائی ہوتی رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس مختصر نے
 ان الفاظ میں وقف کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔
 ان شئت حبست اصلھا اگر تم چاہو تو اس مال نہ حائل

و قصد قت بھا کی اصل روک لو اور اس کا یعنی
اس کے منفع کا مصدر ذکر دے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہ بھی کیا اور اس جائیداد کو اس شرط پر وقف
کر دیا کہ نہ تو وہ بھی جائیداد کی نہ ہونے کی جائے گی نہ اس میں میراث جی
ہوگی، بلکہ محض اس کے منافع فقیریوں، حاجت مند، قربت داروں
غلاموں، مسافروں اور یتیموں اور دیگر شرعی مزدوریات پر خرچ کئے
جائیں گے۔ اس کاموں اگر حسب دستور اس کی آمدنی میں سے خود
بھی کچھ اپنے لئے لے لیا کرے تو اس کے لئے جائیداد ہے۔

دین میں تحریف اور بدعت کے اسباب

مسائل کو مخصوص کرنے میں کے باقیہ میں قیاس کتاب ہے دعوۃ تباہ اور تحریف کے نفع نے بنی ذریعہ انسان میں نشین دامتوں سے ٹکسا کرتے ہیں اور ان راستوں کو بھی طبع بند کرتے اس شدید و انداز کے ساتھ ساتھ یہ بھی مندرجہ ہے کہ وہ اپنی شخصیت میں ایسی چیزوں کو داخل کرے جو سخت شدہ اور باطل مذاہب کے جہوں اور مشورہ ترین دوسرے مشائخ کے بالکل مخالف ہوں مثلاً ناز و غیور۔ تاکہ کوئی ظہری تشابہ نہ بنی نہ وہ بدلے اور کسی پرانے مذہب کے شائستہ سے ماہست کا امکان باقی نہ رہے۔

تحریف کے اسباب میں سے ایک تباہ ہے یعنی احکام شریعہ **تساؤل** سے بے پرواہی۔ تباہی کی حقیقت یہ ہے کہ رسول کے تربیت یافتہ حواریوں کے برابر ایسے خلف پیدا ہوئے تھیں جو نہ ذکر ضائع کر کے شہوات کی پیروی میں فرق چلے گئے اور علم و عمل اور تعمیر و تعلق کے ذہین دین کی شاعت کا اہتمام چھوڑ دیں اور امر و نہی اور خیر و شر کے فرق سے کن نہ کش ہو جائیں۔ اور بحیثیت ہماری عام رہنما انسانی کارہیجان مزاج شخصیت کے خلاف ہو جاتے۔ پھر ایسے دوسرے خلف جنہیں جو شخصیت سے بے ہمتانی کے اس جوہر میں اور زیادہ آگے بڑھ جاتے ہیں یہاں تک کہ محمد بن کا اکثر حصہ نہ بن گیا ہو کہ نہ بنے۔ ہیں تو اُمت کے ہر طبقہ کا تباہی خطرناک راہ و مشرت یہاں ہے مگر جب اس کا صدور و ساء و کا بر قوم سے ہو تو پھر اس کی مغزوں کا

(۶) دوسرا سبب ایسی اغراض خاصہ ہیں جو من گھڑت کمالات پر آمادہ کرتی ہیں، مثلاً نفس پرست، غرور و عجب کی طلب، رضا جس کی وجہ سے انسان ان کی ہوا پرستیوں کے لئے کلام الہی کی غلط تہویل کر کے منہ چاڑھیا کرتا ہے آیت ذیل، ایسے ہی ایمان فروشوں کو مخاطب کرتی ہے۔
 ”جو لوگ اللہ کے مائل تھے ہوئے، احکام کو بھپاتے ہیں اور اس کے عوض حق کو سادہ حاصل کرتے ہیں اور تو کچھ نہیں مگر اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں“ (قرآن - رکوع ۳۱)

(۷) تہلکوں کا تیسرا منبع منکرات اور ذلالت کا است میں پھیل جانا اور ان رکبان پر خاموشی اختیار کر لینا ہے۔ اسی حالت کے ضمن قرآن کیسی ہے۔
 ”تمہارے پیچھے گونے والی قوم میں ایسے ادب پرست تھیں نہ ہونے جو لوگ
 کہ جن انہی میں فساد پیدا کرنے سے روکتے تھے وہ ان ایسے لوگ تھے جو
 بہت کم تھے جنہیں ہم نے خط سے بھجوا دیا۔ وہ عام زلفان لوگ تھے
 اسی لذت و غنہ میں مشغول تھے جو انہیں دی گئی تھی اور جو لوگ کچھ حق ہی پکڑتے۔“
 (سورہ - رکوع ۱۰)

بنی اسرائیل کی مصیبت پر بنی پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:
 ”ان کے حق نے ان میں بائیس سے روکا لیکن وہ ان کے پروردگار
 ان کے قطع حق کرنے کے پیمانے ان کی بھوسوں میں، حق نے بیٹھے اور ان کے حق

کہنے پہنچے گئے۔ کہ تو کلام اللہ قلم نے ان کے دلوں کو جگ دوڑے
سے مار دیا اور اپنی سب کو مصیبت کی سیاری میں رنگ دیا۔ اور وہ اللہ کی
اپنی راہ کی نزاع سے ان چھٹ کی اکبر کہ وہ خدا کی نافرمانی کرتے اور جرم
برہم کرتے تھے؟

تقریباً سحر علیہ کا دوسرا سبب قلم ہے یعنی خواہ مخواہ مال کی کہاں بھونڈا
کی متعدد ضرر میں ہیں۔ مثلاً یہ کہ جب شایع کسی چیز کا حکم ہے یا کسی کام سے روکے
تو اس کے حکم کو کسی کو کوئی غصہ پہنچے نہیں کے مطابق خود ایک معنی نہیں کرے پھر
وہی حکم اپنی طرف سے کسی ایسی دوسری چیز پر لگا دیتے جو بعض وجوہ سے پہلی
شے کے مشابہ ہو یا دوسرا اس میں کسی پہلو سے اس کو خیر اک قلت نظر آئے۔ یا
ایک نئے کے حکم کو اس کے تمام اشکال اور صفات اور اجزاء اور چھوٹے چھوٹے اجزاء
کو لے۔ یا جب کبھی روایات کے تضاد کی وجہ سے اس حکم اور اس کے صحیح اصل
و وقوع کی تیز کر کے تو تمام صورتوں میں سے سب سے بہتر صورت کو اختیار کر کے
اسے واجب کہہ لے۔ یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے فیصل کو عبادت پر عمل کر کے جو لاکھ
حقیقت یہ ہے کہ آپ نے بہت سے افسانہ بعض حالات کے طور پر کہے ہیں جو اس
سے ان کو کوئی حلق نہیں اور یہ خیال کر کے کہ یہ تمام امور شریعت کی حیثیت
رہتے ہیں اور امر و نہی کے ذیل میں آتے ہیں، حکم لگا دے کہ خدا نے ان کو مقرر
رہا ہے اور ان کو ان کا حکم دیا ہے یہ تمام صورتیں قلم کی تدبیر کی ہیں۔

مثالی کے طور پر دونوں کے حکام کو ملے۔ شامع نے جب نفس میراثی کو منسوب کرنے کے لئے دونوں مکے کا حکم دیا اور اس میں مباشرت سے منع فرمایا تو بعض لوگوں نے بھگت کر عمری کی ناجائبی غلط چاپ شروع ہے کیونکہ اس سے دونوں کا مقصد کوئی نفس کلی فوت ہو جاتا ہے۔ نیز دونوں کا کہنے پر جوئی کا دوسرا لینا بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ بھی مباشرت کا دوسرا طریق ہے بیک وقت دونوں میں ایک طرح مباشرت کے مشابہ ہے۔ سوال تھا صلح کر جب ان خیالات کی اطلاع پہنچی تو آپ نے ان کی تعلیم کو صحیح کر کے فرمایا کہ اس قسم کا قیاس تحریف دین ہے۔

تشدید | تحریف و بدعت کا تیسرا رد اذہ تشدد ہے یعنی ایسی سخت اذہ شاق عبادتوں کا اختیار کرنا جن کا شامع نے حکم نہیں دیا۔ مثلاً مسلسل روزے رکنا ہر وقت نماز و مراقبہ میں مصروف رہنا، تجرؤ اختیار کرنا، سنن و اکواب کا واجب اور فرض کی طرح التزام و اہتمام کرنا وغیرہ۔ چنانچہ جب عبداللہ بن عمر اور عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہما نے ایسی ہی سخت دباختوں کا اذہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا کہ جب کوئی شخص دین کے ساتھ سختی برتے گا اور اپنے نفس کو ناقابل برداشت عبادتوں میں جبر کرے گا تو وہ دین کی چوڑی سے عاجز ہو جائے گا۔

اس تشدد و حق کی اختیار کرنے والا جب کسی مرد کو کہہ دے کہ تم اس قدر عبادت نہ کرو جس کے عقائد یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سارے امر و نہی ان کا نام بطور عبادت کے

سرانجام دے رہے تھے شرعی احکام ہیں۔ اس طرح یہ تمام چیزیں جو دین خیال کی بنیے لگتی ہیں۔ یوں اور عیسائی راہبوں کی ہیں وہ خطرناک بدشعری ہیں جس نے دین کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

احسان اسی سبب احسان ہے ایسی جاہل ذہنی سرکاری۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص شائع کے طریق تشریح پر نگاہ ڈال کر دیکھتا ہے کہ وہ پھر صحت اور حکمت کے لئے ایک مناسب منظرہ مقبول کر لیا اور ہر ایک مقصد کے حصول کے لئے ایک سونوں قابل معین کرتا ہے لیکن چونکہ شخص ملگو و نوت کی حقیقت شناسی اور دوست سے قدرت مخدوم جو تپے اور اسرار تشریف کے تمام چاندوں کو نہیں دیکھ سکتا اس لئے وہ ایک آدمی صحت کو اپنا کر اپنی ختم کے مطابق شریعت کی وضاحت بنانے لگتا ہے۔ یوں کی مثال تمنا کے ملنے ہے، انہوں نے خیال کیا کہ شائع نے سامعی سے روکنے کے لئے طوف کا حکم بخشا ہے وہاں سے کوئی نہیں، امن قائم ہو اور یہ حالات درست رہیں پھر انہیں یہ نفور آیا کہ زانی کے لئے جو سزا ملے رجم شائع نے منع کر رکھی ہے اس سے کچھ کی اختلاف اور عدالت قتل پیدا ہوتا ہے جو بدترین فساد ہے، یہ سوچ کر انہوں نے دیہ کی سزا کو جرم کا سہہ لگا کر دے دیا کہ اس کی سزا سے بدل دینا بہتر تھا اور یہ کیا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس شے کو تحریف اور ترک، احکام الہی قرار دیا۔

ابن سیرین سے روایت ہے کہ۔

”سب سے پہلے، ہمیں نے آپس کیا پانچ سو روپیہ کی چھٹائی مقرر کی اس
کے کرائی گاہم جس نے کتب خفائی میں تیار کی خفائی میں جنہیں پھر کرائی
نہیں، ہمیں نے تیس کیا تھا، بعد کے پہلے تیس کو نہ والا ہے۔
ہم بھی سے منقول ہے کہ۔

”قسم علی کی اگر تیس تیس سے کہہ دیا تو عدل کو دہم اور دہم کو دہم کہہ گئے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

”نہیں چیزیں قلعہ عام کو دہم کی ایک عام کی مقرر۔۔۔ سوا مقرر کا تیس
۔۔۔ خفائی خفائی کر، ان کے حکم۔

یہ نامہ تیس سے تیس کے تعلق ہیں جس کا سوچتے تیس و شنت ہے۔
ہو بکہ مقرر کی اور مقرر ہو۔

اتبع جلع | فقہ خریف کا چوتھا ذریعہ تابع جلع ہے۔۔۔ جلع سے مراد یہ ہے
کہ مقرر شریعت کا ایک گروہ میں کی اصابت منے ہر عام کو مقرر کر مقرر کر کے
چیز یا اتفاق کے اور کو یکجہ میں کو مقرر یہ اتفاق ہے تیس شری کی مثبت ہر کہ
ہے اس قسم کا اتباع جلع اس وقت خریف وین کے مقرر اور جلع ہے
اس جلع کی اصل کتاب و شنت میں موجود ہو اور یہ وہ جلع نہیں ہے
تجس کے تحت کہنے پائنت کا اتفاق ہے کہ کہ شنت کا اتفاق تو اسی جلع

کے تہلج پہنچ جس کی شدت کتنا بے گنتت میں موجود ہے اور کتنا بے گنتت سے مستند ہے۔ اور یہ تہلج جس کی مل شرفاں میں ہے وہ بے گنتت میں اس کی کسی نے بھی غیب نہیں مانا۔ بلکہ اس کے تہلج کی غنتت میں تو قرآن کنا ہے کہ
 وَكَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مَا أَنْشَأَ اللَّهُ قُلُوبًا لِّئَلَّا تُفْهَمَ فَاُلْتَمَسَ لَهَا سُبُوٰحًا ۚ
 خدایا! ہم نے آپ کو بتا دیا کہ جب ان سے کہ گیا کہ ایمان لانا اس چیز پر جو خدا نے انہیں دی ہے
 تو انہوں نے کہا کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آپ کو
 کو پڑھا ہے حضرت مسیح علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار میں رہ کر
 جو میل پیش کی تھی وہ اسی تہلج اور چٹنی تھی ان کے اہل خانہ نے بڑی قوت و ان
 بنیائے وہ یقین کے حالات کا قہقہہ کیا وہ وہاں نبوت کے صیاد پر نہ پایا۔ لہذا
 ان کا انکار و عیب کے لئے ایک بڑا دن قائم ہو گیا نصاریٰ کے اند بھی اسی تہلج
 اور عیب کے شمار گرا ہوا ہے کہ ان میں تو توحید و تہلیل کے خلاف و ان کے
 احکام سے نافرمانی تھی شریعت کی حیثیت سے موجود ہیں جن کے بارے میں
 ان کے پاس "اجماع سفہ" کے سوا اور کوئی دلیل نہیں۔

تعلیق [پانچوں سر شرفاں سے تحریر ہوئی کہ یہاں پہنچتا ہے کسی غیر معلوم
 و غیر نئی) ان کی کہ انہیں تعلیق ہے یعنی کوئی عالم روح کی سند میں جہاد کرے۔
 اور اس کے معقدین بنو دین و گنتت محض حسن ظن کی بنا پر یہ خیال نہیں کرنا
 کہ جہاد و صفائی یا غائبانہ صبح ہے پھر اس خیال کے ماتحت کسی صحیح حدیث کو اس لئے

اجتہاد سے روک کر یہ تقلید و اقتباس نہیں ہے جس کے جوڑ پر
 اُمت موجود کا اتفاق ہے۔ اُمت نے جس کی تقلید کے لئے جو اتفاق کیا ہے
 وہ چند قوم کے ساتھ ہے۔ آج تک وہی کریم و مقدور کمان چاہئے کہ مجتہد مسموع نہیں
 ہے اس کا جساد بھی نہیں ہے اور قطعاً ہی تمنا ہے کہ وقت و شان و نبوی
 کی تلاش میں اس عوم کے ساتھ لگا رہنا چاہئے کہ جب بھی کوئی صحیح و بڑا اجتہاد
 کے خلاف مل جائے گی تو وہ امام کی تقلید اس سلسلہ میں ترک کر دینگے اور اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اکت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحَبُّ اَزْہَدٍ وَّ اَحَبُّ اَزْہَدٍ اُزکیا یا مین و مؤید اللہ
 کے متعلق فرمایا کہ یہ اپنے علماء و مشائخ کی پرستش نہیں کرتے تھے بلکہ کرتے رہتے
 کہ جس چیز کو وہ مکرر مکرر کہتے تھے وہ غیر کسی قیمت شرعی کے عدل کچھ جتنے تھے۔
 اور جیسے یہ عام کہہ دیتے اسے حرم بھی لیتے تھے۔

غلط مذاہب۔ دین کا اندر فقہ و فرائض کے مسئلہ کا بچاؤ و شغف مذاہب اور
 شریعہ کا باجم اس طرح غلط طرز دینا ہے کہ یکسو دوسرے سے خیر نہ ہو سکے۔
 اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک کوئی پہلے کسی اور مذاہب کا پیروں ہوتا ہے اور
 اس کے دلائل و دلائل ہمہ ہی سابق مذاہب سوسائٹی کے عزم و نظرات پر ہی طبع عادی
 ہوتے ہیں۔ پھر وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے لیکن قلب میں اُن پہلے
 نفوذ کا اثا باقی رہتا ہے، انجام کار یہاں بھی وہ ان عزم و نظرات کی توجہ
 و توجہیت پر ہوتا ہے خواہ وہ بچائے خود کیسے ہی بنے جان اور بے اصل ہوں۔

حق کو بلکہ اوقات وہ اس کے لئے وہاں تھیں مگر نے پراثر آتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ”بنی اسرائیل پر برابر راجہ اعتدال بہ قائم ہے چنانچہ ملک کنعان میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو خاص ہندوستانی نہ تھے وہاں اسرائیلی اور ان دوسری قوم سے یعنی لوطی کو تھے۔ ان لوگوں نے دین میں رائے کو دخل دیا تب یہ لوگ کہ خود گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔ چنانچہ خود پہلے سے دین میں بھی کج بے شمار غلوں اسی نوع کے داخل ہو چکے ہیں مثلاً اسرائیلی علوم خطباء، جاہلیت کے اقوال، یونان کا فلسفہ، ایران کی تاریخ، علم نجوم، دین اللہ علم کلام وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب قرآن پڑھی گئی تو آپ بہت خفا ہوئے اس خطائی میں یہی دلائل تھے۔ نیز کتاب و انبیاء کے طالب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وجہ سے سزا دی تھی۔

(ماخذ از حوالہ: اللہ، باب ۱۷)

القول الجلیل فی بیان سوانح السبیل

۱۱۔ اہل سنت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ایہ تاریخ تصنیف

القول الجلیل جو عربی زبان میں ہے طبع ہو گئی ہے۔ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب مجدد و مہذول امور ہم روشنی ڈالی ہے۔

۱۲۔ بیعت اُوس کی اہمیت اور اس کا طریق مسنون۔

(۱۳) مسالک اور بحر حقیقہ۔ قادیان۔ نقشبندیہ اور صوفیہ کے مہمل

اور ان کے دینی تہذیب اوراد۔

(۱۴) چند اوراد و دینی تہذیب جن کے اثرات کا تجربہ شاہ صاحب خود

کریچے ہیں یہ کتاب مسالک تصوف میں بڑا درجہ رکھتی ہے اور اتنی دلچسپ

مصوبات، مزاح اور سفید ہے کہ ایک دفعہ پڑھنا شروع کر دیں تو چھوڑنے کو بھی

نہیں چاہتے۔ کتاب عربی زبان میں ہے اور اچھے خوش خط اور عمدہ طبع

سے لکھی گئی ہے کہ تقریباً ہی عربی جانتے والے حضرات بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے

ہیں اور اسکی خود پر سوال کرنے کے لئے بھی اسے سوزن بنا دیا گیا ہے جس سے

عربی مدرس کو چاہئے کہ وہ اس کتاب کو دینیات کے نصاب میں شامل کر کے

بچوں کو سبق بتاتا پڑھائیں یہ قیمت جلد ایک روپیہ آٹھ آنے کے معادلہ ہے۔

چیمبر ۱۱۔ قادیان (نمبر ۱۱ الف) بیٹری مہدی مدد خانہ برکھروڈ، لاہور۔

دربارِ رسولؐ کے فیصلے

جنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جو مقدمہ
دیوانی و فوجداری پیش ہوئے اُن کا ایک مجموعہ عربی زبان میں
”اقضية الرسولؐ“ کے نام سے لکھا گیا تھا اب اس کتاب کا اردو ترجمہ
ہم نے شائع کیا ہے۔

مسلمانوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ جس قدر ضروری ہے اس کا
اندازہ تھوڑے سے غور و فکر سے ہر شخص کر سکتا ہے اسلامی ذہنیت
کے تعمیر کرنے میں یہ کتاب بڑا حصہ لے سکتی ہے قیمت مجلہ سنہری
ڈرائی چار روپے۔ کالی ڈرائی ساڑھے تین روپے

ملنے کا پتہ

میخبر: اقبال اکیڈمی، نمبر ۵ الف سرکھروڈ۔
پیر علی موچی دروازہ - لاہور

مولانا صدر الدین اہل حلی کی دوسری تالیفات

(۱) حقیقت اتفاق جس میں مبالغوں کے خاصے و خصائص کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور اس سے اجتناب کی ہدایت ہندو دیا گیا ہے
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ محصول اک ۳۔

(۲) محرکۃ اسلام و جلالیت ۱۔ اسلام و جلالیت کی کشش اور اس کے اثرات کا مفصل تذکرہ۔ بڑی نون اور ملیہ صلاست کا ذخیرہ اور اسلامی جذبات کو پالش کرنے کا وسیلہ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔
محصول اک ۳۔

(۳) اسلام اور وطنیت ۲۔ مغرب کے پیدا کردہ تخیل و فہمیت کا مسئلہ نون ہائے اسلام اور وطنیت کا باہمی ہم رنگی ہے اس کی وضاحت۔
وطنیت کے حق میں اسلام کا نقطہ نظر مسائل امروزہ سیاست ایک مسلمان کا نظر
یہ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ محصول اک ۳۔

(۴) افادات حافظ ابن قیمؒ دین و سیاست کے اہم امور پر ان کا
کا تبصرہ کتاب مطالعہ کے لائق اور دستی آفات کے قابل ہے قیمت ایک
روپیہ آٹھ آنے۔ محصول اک ۳۔

مبصرہ ۱۔ اقبال گلی بی بی نجرہ الف اسکول ٹولہ پورہ بڑی پکی داندہ پورہ



21/10

10/10

This book is due on the date
last stamped. A fine of 1 anna
will be charged for each day the
book is kept over time.



10 JUN 55 NG

G2.1100



~~R0202.01.~~

4979

G251100

URDU STACKS

Date	No.	Date	No.
1.12.1988	9959	21.11.00	
		3950	
		8080201	
		8482	
		805110	7329